غلام مصطفیٰ اویسی

قد افلح من تزکی و ذکر اسم ربہ فصلی — القرآن الکریم

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

اگست 1993ء

ماہنامہ

المرشد

لاہور

اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ - ٹاؤن شپ لاہور

اداریہ

غیر جانبدارانہ ' منصفانہ اور شفاف انتخابات ــــــ قوم بے حس اور مردہ ہو جائے تو اسے ایسے الفاظ بہت خوبصورت لگتے ہیں۔ غیر جانبداری کس کے ساتھ ؟ انصاف کس کے ساتھ ؟ پاکستان کی مختصر سی تاریخ میں جمہوریت کے دیوتاؤں نے اس قوم اور ملک کو تباہی کے جس دہانے لاکھڑا کیا ہے۔ عرصہ تاریخ مختصر ہے لیکن تباہی و بربادی کی داستان بہت طویل۔ چار سال کے عرصہ میں تین الیکشن! الیکشنوں نے قوم کو کیسے کیسے لیڈر دیئے۔ ملک و قوم کی قسمت کے ساتھ کیا کیا کھیل کھیلے گئے۔ منتخب نمائندوں میں قومی خزانے کی بندر بانٹ کیسی رہی؟ منتخب قانون سازوں نے آئین اور قانون کی کیسے دھجیاں اڑائیں۔ ملک کی معاشی حالت تباہ ہوتی رہی اور منتخب حکمران لوٹ کھسوٹ کے جھگڑوں میں ایسے مگن رہے کہ جیسے کل تک یہ ملک باقی نہ رہے گا جو لوٹنا ہے آج ہی لوٹ لو۔ ڈاکو اور غنڈے تو کیا' خود قانون کے محافظ ہی منتخب نمائندوں کی سرپرستی میں شہریوں کی عزت لوٹتے رہے اور قتل و غارت کرتے رہے۔ ہمارے ہی ووٹوں سے منتخب نمائندوں نے ہم عوام کے لیے جینا دو بھر اور سانس لینا حرام کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ گھر گھر مارشل لاء آنے کی دعائیں مانگی جانے لگیں۔ غیر منتخب حکومت کے قیام پر عوام نے یہ سوچ کر سکھ کا سانس لیا کہ چند دن ہی سہی' ستانے کو تو وقت مل گیا۔

اب پھر الیکشن ہوں گے۔ وہی لٹیرے ہوں گے۔ ان کے ساتھ انصاف ہو گا۔ ان کی سہولت کے لیے ماحول کو شفاف بنایا جائے گا۔ کسی ایک لٹیرے کو دوسرے لٹیرے کا حق مارنے نہیں دیا جائے گا۔ اسے کہتے ہیں الیکشن کا معیار انصاف۔ پارٹیاں بھی وہی' سیاستدان بھی وہی۔ امیدوار بھی وہی جنہوں نے کل تک قوم کا جینا حرام کر دیا تھا۔ وہی پارٹیاں پھر سے جیت کر اور ہار کر بھی منتخب ہوں گی' حکمران بنیں گی۔ غارت گری کا بازار پھر سے گرم ہو گا۔ قوم کا خالی خزانہ پھر سے مزید ٹیکسوں سے بھرا جائے گا اور منتخب نمائندوں میں بانٹا جائے گا۔ یوں انصاف کا پھر سے بول بالا ہو گا۔ منتخب نمائندے غیر جانبدار اور شفاف ماحول میں قوم کی بربادی اور تباہی کا اپنا اپنا پسندیدہ کھیل کھیلیں گے۔

پاکستان میں جمہوریت اور الیکشن' اس نظام اور عمل کا نام ہے جس میں شکار سے رائے پوچھی جاتی ہے کہ وہ کس شکاری کے ہاتھوں مرنا چاہتا ہے۔ شکاری تیر سے مارے' گولی سے مارے' زہر دے کر مارے' ذبح کرے' تڑپا تڑپا کر مارے۔ اس نظام میں تو شکار کو اپنی مرضی سے مرنے کا بھی حق نہیں۔ جس قوم نے ایسے نظام کو اپنے اوپر مسلط کر لیا ہے اور ظلم تلے پسنا لٹنا' اور ذلت کی زندگی بسر کرنا اپنا مقدر سمجھ لیا ہے۔ وہ قوم اپنی تقدیر کو بدلنے کی سکت ہی نہیں رکھتی' جو قوم ظالم کو ووٹ دینے پر مجبور ہو' جو ایک ظالمانہ اور فرسودہ نظام میں پسنے پر راضی ہو۔ جو لٹنا جانتی ہے لٹیرے کا ہاتھ روکنے کی جرات نہیں رکھتی۔ اللہ جو بڑا کریم اور رحیم ہے لیکن ایسی قوم پر وہ بھی رحم کرنا پسند نہیں فرماتا۔ اس کے لیے اسی دنیا میں اسی حال میں شدید عذاب کی سزا مقرر فرمائی ہے۔ جو کچھ ہمارے ساتھ ہو رہا ہے۔ یہ سب کچھ سزا نہیں۔ ابھی وارننگ ہے اگر ہم وارننگ کو نہیں سمجھ سکتے' اس تقدیر کو اس شیطانی نظام حیات سے آزاد کرانے کی جرات تک پیدا نہیں کر سکتے تو ہمیں عذاب الہی کے لیے قیامت کا انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔ اسی زندگی میں اور اسی سرزمین پر بہت جلد ہمارے لیے یوم محشر قائم ہو جائے گا۔ تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی کوئی قوم ہماری طرح اللہ کے بنائے ہوئے نظام سے بھٹک گئی تو تباہ ہو کر صفحہ ہستی سے مٹ گئی۔ اس وقت ہماری آنکھوں کے سامنے کئی مسلمان کہلانے والی قومیں صفحہ ہستی سے مٹنے کے عمل سے گذر رہی ہیں۔ ان پر جو بیت رہی ہے اگر ہماری عبرت کی حس اس سے متاثر نہیں ہو سکتی' اور اس شیطانی عمل کو روکنے' اس شیطانی نظام کو بدلنے' رب کی اس دھرتی پر' رب کا نظام قائم کرنے کا حوصلہ اور جرات اپنے اندر پیدا نہیں کر سکتے۔ تو بہت جلد ہمیں بھی اس انجام کا سامنا کرنا پڑے تو جو عراق کا ہوا۔ جو بوسنیا کا ہو رہا ہے۔ اور ہمیں بھی جلد ہی صفحہ ہستہ سے مٹنے کے عذاب سے گذرنا پڑے گا۔ لیکن اللہ کے رحمت کے دروازے اب بھی کھلے ہیں۔ داخل ہونے کی دعوت بھی موجود ہے۔ اور داخلے کی شرائط بھی۔ دیکھئے یہ قوم ان شرائط کو پورا کر کے سرخرو ہوتی ہے یا تباہ و برباد ہو کر صفحہ ہستی سے مٹنا پسند کرتی ہے۔

تاج رحیم

یہ لنگڑا لولا اسلام

مولانا محمد اکرم اعوان

الحمد اللہ رب جلیل کا بہت بڑا احسان ہے کہ ہمیں اس نے مسلمان ہونے کی توفیق عطا فرمائی اس کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں مسلمان گھروں میں پیدا فرمایا مسلمان والدین کے ساتھ پرورش ہوئی۔ اسلامی ماحول میں تربیت پائی اور بہت بڑا کرم فرمایا اس نے کہ ہمیں ایک ملک اسلامی مملکت کے طور پر عطا فرما دیا جس میں ہم پورے ملک کو اسلام کا گہوارہ بنا کر اپنی ایک جنت بسا کر اس میں رہنے کے اور اس میں وقت گذارنے کے قابل ہوئے یہ سارے اللہ کے احسانات ہیں۔ لیکن شاید ہم ہی اتنے بدقسمت ثابت ہوئے یا اتنے کمزور ثابت ہوئے کہ ان سب احسانات سے مستفید ہونے کی توفیق نہیں پا رہے یہ بڑی عجیب بات ہے کسی کا بھوکا رہنا کسی کا تکلیف میں مبتلا ہونا کسی کا بھوک سے مرجانا تکلیف دہ تو ہے لیکن اگر کسی کے پاس کھانا بھی وافر مقدار میں ہو اور نہ کھانے کی وجہ سے وہ بھوکا مرجائے تو یہ کتنا تکلیف دہ اور اذیت ناک بھی ہے۔ پیاس سے مرجانا تکلیف دہ تو ہے لیکن کسی کے پاس ٹھنڈے میٹھے پانی کا چشمہ بھی ہو اور صرف نہ پینے کی وجہ سے وہ پیاس سے مرجائے تو یہ صرف تکلیف دہ نہیں یہ اذیت ناک بھی ہے۔ کتنا حسرت ناک ہے یہ۔ آج کل اس ملک عزیز میں ہماری حالت جو ہے وہ کچھ ایسی ہی ہو رہی ہے آیئے ہم ایک نظر مذاہب عالم میں خود کو دیکھیں ہم کہاں ہیں۔

دنیا کے تمام مذاہب پہ اگر نگاہ کریں تو دنیا میں مذہب کہلانے کے مستحق صرف تین مذہب ہیں چونکہ مذہب کی بنیاد ہوتی ہے دو باتوں پر ایک وہ نمائندہ جو اللہ کی طرف سے ہو جسے نبی یا رسول کہا جاتا ہے دوسری وہ کتاب جو اللہ کا وہ رسول یا نبی اللہ کی طرف سے پیش کرے یہ دو چیزیں بنیاد بنتی ہیں کسی مذہب کی جس مذہب کے پاس یہ دو چیزیں نہیں ہیں وہ مذہب نہیں ہے وہ مذہب نہیں کہلاتا تو اگر ہم مذاہب عالم کو دیکھیں تو سوائے یہودیت ا. عیسائیت اور اسلام کے چوتھا کوئی مذہب یہ کلیم ہی نہیں کرتا کہ اس کے پاس اللہ کا نبی اور رسول ہے یا اس کے پاس اللہ کی کتاب ہے ہندو ازم کے پاس جو کتابیں ہیں ہندو از خود کلیم یہ کرتا ہے کہ یہ ہمارے بزرگوں کی بنائی ہوئی ہیں اللہ کی کتاب کلیم ہی وہ نہیں کرتے ان کا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ یہ اللہ کی کتاب ہے ان کا غلط یا صحیح ہونا یہ موضوع بحث نہیں۔ موضوع یہ ہے کہ کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس اللہ کی کتاب ہے وہ یہ نہیں کہتا اسی طرح آپ بدھ مت والوں کو لے لیں جین مت والوں کو لے لیں وہ سارے اسی کی شاخیں ہیں سکھ ازم کو لے لیں اسی کی ایک شاخ ہے اور ان میں کوئی بھی اس بات کا دعویٰ ہی نہیں کرتا کہ ان کے پاس اللہ کی کتاب ہے۔ تو مذاہب پوری دنیا میں ہمیں صرف اس وقت تین ملتے ہیں یہودیت عیسائیت اور اسلام۔ اب یہودیت کو جب ہم دیکھتے ہیں تو وہ خود اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ ہم نے اس کتاب میں اپنی ضرورت اور وقت کی ضرورت کے مطابق تبدیلیاں کیں۔ وہ تبدیلیاں کہاں تک پہنچیں ان تبدیلیوں کا حال یہ ہے کہ وہ اپنے نبی کی شناخت تک بھول گئے۔ حضرت عزیز علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہہ دیا اور موسیٰ علیہ السلام کی خود خدائی کے قائل ہو گئے کہ وہ خدا ہی کا ایک حصہ تھا۔ تو جب انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ان کا یہ سلوک ہوا تو کتاب کے ساتھ کیا ہوا ہو گا وہ کوئی پوچھنے کی بات ہی نہیں ہے جو بات انہیں پسند نہ

آئی وہ انہوں نے مٹا دی جس کے لیے انہیں خواہش پیدا ہوئی وہ انہوں نے بدل دی نتیجہ یہ ہوا کہ عام یہودی کا تعلق اللہ سے بن ہی نہیں سکتا اللہ کے اور یہودی کے درمیان ان کا مذہبی لیڈر جو تھا جسے وہ ربیّ کہتے ہیں وہ درمیان میں آ گیا اب یہودی کی پہنچ اسی ربیّ تک ہے آگے وہ ربیّ جانے اور خدا جانے۔ تو گویا مذہب کی اصلیت جو تھی وہ کھو چکے ان کا دعویٰ باقی رہ گیا نام باقی رہ گیا کتاب بھی ان سے ضائع ہو گئی اور نبی کے حالات اور نبی علیہ السلام کے ارشادات بھی ضائع ہو گئے اور اس میں مذہب والی کوئی بات نہ رہی بلکہ وہی خواہشات کی پیروی کا ایک ذریعہ بن گیا۔

اس کے بعد عیسائیت ہے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ و السلام مبعوث ہوئے جوانی میں ہی انہیں اللہ نے آسمانوں پر اٹھا لیا اللہ کی دی ہوئی خبر کے مطابق وہ دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی شریعت کا اتباع بھی کریں گے اور اس کے احیاء کے لیے کام بھی کریں گے اور یہاں تک پیشین گوئی کی گئی کہ آپ علیہ السلام دنیا میں آخر دوبارہ شادی کریں گے ایک گھر بسائیں گے آپ علیہ السلام کا وصال ہو گا اور مدینہ منورہ میں روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ دفن ہوں گے اور یہ کتنی عجیب بات ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار مبارک بنا روضہ اقدس میں ابوبکر صدیق کا مزار بنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا مزار بنا اور ایک مزار کی جگہ ابھی تک خالی ہے جتنا حجرہ عائشہ الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا۔ اس میں اتنی جگہ تھی کہ چار مزار بن جاتے اور چوتھے کی جگہ ابھی بھی خالی ہے۔ حالانکہ صحابی اکابر صحابہ بھی خلفائے راشدین بھی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ میں فوت ہوئے جنت البقیع میں دفن ہوئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا وصال ہوا حضرت حسن حضرت حسین رضی اللہ عنہما فوت ہوئے آپ کی اولاد سے حضرت جعفر حضرت زین العابدین یہ سارے لوگ حضرت باقر اسی راستے سے گذرے لیکن کسی اکابر صحابہ یا آپ کی اولاد میں سے کسی کی قبر وہاں نہیں بنی ازواج مطہرات میں سے کسی کی نہیں بنی ایک قبر کی جگہ ابھی خالی ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئیوں اور احادیث مبارکہ میں بھی ملتا ہے آپؐ فرماتے ہیں کہ قیامت کو ہم ایسے اٹھیں گے کہ ابوبکرؓ و عمرؓ کے ایک طرف میں ہوں گا اور دوسری طرف عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے۔ تو یہ وہ حقیقت ہے جو قرآن حکیم نے یا اسلام نے بیان کی لیکن عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کی اصلیت بھی کھو چکے ان کے پاس جو کتاب ہے جسے وہ آسمانی کتاب کہتے ہیں خود ان کی کتاب کے مطابق وہ عیسیٰ علیہ السلام کے شاگردوں کی کہی ہوئی باتیں ہیں اور ہر ایک شاگرد کے نام پر اس کے چیپٹر ہیں یہ برنابا کی ہے یہ فلانے کی ہے یہ فلانے کی ہے پھر کیا وہ ان شاگردوں نے لکھی اور کمپائل کی نہیں ان کے تین سو سال بعد لکھی گئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جو شاگرد تھے ان کے بھی تین سو سال بعد جا کر لکھی گئی لہذا یہ بھی کوئی سند نہ ہوئی کہ وہ انہی کی بات ہے۔ اس پر مزید ستم ظریفی یہ ہوئی کہ پہلے نہیں آج بھی جب کوئی نئی خواہش ان کے دل میں پیدا ہوتی ہے تو وہ گرجے کو اپیل کرتے ہیں اور پادری جمع ہوتے ہیں اور وہ ایک فیصلہ دے دیتے ہیں کہ یہ حکم اس طرح سے تبدیل کر دو --- کلیش ہو جاتا ہے سیدھا ٹکراؤ ہو جاتا ہے حرام کو حرام کہہ کر اس پر عمل کرنا گناہ ہے لیکن حرام کو حلال سمجھنا کفر ہے بلکہ فقہاء نے یہاں تک توضیح کی ہے کہ اگر کوئی کسی کی مرغی چرا لیتا ہے تو وہ اسے ویسے ہی کاٹ کر کھا جائے اس پر تکبیر نہ پڑھے یعنی چوری کی مرغی اگر لایا ہے تو اس پر تکبیر پڑھ کر ذبح نہ کرے اس لیے کہ تکبیر پڑھنے سے وہ سمجھے گا حلال ہو گئے اور وہ ہے حرام اور حرام کو حلال سمجھنا کفر ہے تو اس حد تک احتیاط کی ہے فقہاء نے چونکہ وہ چوری کر کے لایا اس کا مال تو نہیں ہے حرام ہے اب تکبیر پڑھے گا تو تکبیر پڑھنے کا مقصد یہ ہے کہ حلال ہو گئی تو حرام

کو حلال سمجھنا کفر ہے تو ویسے کاٹ کر کھا جائے گا تو اس نے حرام کھایا اور اسے حلال کرنے کی کوشش کرے گا تو کافر ہو جائے گا ویسے کھائے گا گنہگار ہو گا حلال سمجھنے سے کافر ہو جائے گا۔ تو عیسائی کہاں تک ٹھوکر کھا کر پہنچے کہ ان سے اللہ کی شناخت گم ہو گئی۔ نبی علیہ السلام کی ہی شناخت جب کھو گئی تو اللہ کی شناخت تو نبی علیہ السلام نے کروانی تھی خود نبی کی شناخت کھو گئی تو وہ ٹھوکریں کھاتے کھاتے کبھی نبی کو خدا کہتے ہیں کبھی نبی علیہ السلام کی اماں کو خدا کہتے ہیں کبھی کہتے ہیں خدا خود بھی ہے کوئی ایک ہے کبھی تین ہیں کبھی تین میں ایک ہے یا ایک میں تین ہے کوئی ایسا ہی فلسفہ بن گیا عجیب و غریب۔

ہم امریکہ میں ایک جگہ رکے شام کو تیل ڈلوانے کے لیے گاڑی میں، موٹر سے سفر کر رہے تھے تو اس سوسائٹی میں تو ہماری طرح کے گھر بار اور کھانا پینا جو ہے یہ اس طرح کا نہیں ہوتا جس کو جہاں وقت ہو جائے وہ ایک آدھ برگر لیا ایک کوک وغیرہ کا لیا کوئی چلتے چلتے کھا لیتا ہے کوئی کھڑا ہو کر کھا لیتا ہے اور یوں وقت بسر ہو جاتا ہے ہر پٹرول پمپ پر کھانے پینے کا بھی انتظام ہوتا ہے چھوٹا سٹور سا، ضرورت کی چیزیں وہاں ہوتی ہیں یہ وہاں ضروری ہے کہ ہر پٹرول پمپ پر باتھ روم بھی بنے ہوئے ہوں اور کھانے پینے کا سامان بھی ہو۔ تو ایک آدمی وہاں سے برگر لے کر کھاتا ہوا اور کوک پیتا ہوا باہر نکل رہا تھا اچھا بھلا شریف آدمی تھا تو مجھے عجیب سے حلیے میں دیکھ کر شلوار قمیض اور پٹکا شملا تو پوچھنے لگا کہ کہاں سے ہیں آپ میں نے کہا پاکستان سے تو کہنے لگا آپ یقیناً مسلمان ہوں گے میں نے کہا بالکل بلاشبہ تو کہنے لگا آپ مسلمان کس کی عبادت کس کی پوجا کرتے ہو کس کو پکارتے ہو Whom You Worship میں نے کہا ہمارا ایک خدا ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ کے لیے ہے اور ہمیشہ ہمارے ساتھ ہے اور ہم جہاں بھی جائیں اس کی عبادت کرتے ہیں کہنے لگا تمہارا خدا تو تمہیں نظر ہی نہیں آتا ہم تو جس خدا کی پوجا کرتے ہیں اسے تو ہمارے بزرگوں نے دیکھا ان کے ساتھ رہا پھر ہمارے لئے اس نے قربانی دی یہ ہوا وہ ہوا جب وہ سارا فلسفہ سنا چکا تو میں نے کہا مجھے تم پر بڑا رحم آتا ہے کہ بڑی عجیب بے بس قوم ہو جس کا خدا ہی اگلوں نے Hang ہینگ کر دیا پچھلوں کا کیا بنے گا یعنی جس قوم کے خدا میں جرات نہیں تھی کہ وہ کافروں کے ہاتھ سے محفوظ رہتا اور اس کی گردن کافروں نے مروڑ دی اور

You Have a Dead God

You Have No God

There Is No Proof Of His Return

کسی نے واپس آکر دیکھا۔ تمہارا جو عقیدہ ہے کہ وہ واپس آ گئے تھے کوئی واپسی کا گواہ ہے تمہارے پاس؟ تو وہ سوچ کر کہنے لگا ایسا تو نہیں ہے کہتے ہیں کسی نے دیکھا تو نہیں میں نے کہا پھر بات تو برابر ہو گئی۔ ہمارے خدا کو تو کسی نے سولی نہیں دی وہ تو جیسا تھا ویسا ہے اور تمہارا جو خدا تھا اسے ایک دفعہ تو سولی دے دی گئی واپس کسی نے دیکھا نہیں تو مجھے تو تم پر بڑا رحم آتا ہے کہ غریب آدمی تمہارا تو خدا بھی مارا گیا تمہارا کیا ہو گا تم کس کے پیچھے جاؤ گے۔

تو عیسائیت کے پاس جب اپنی اساس ہی گم ہے اصل ہی گم ہے تو وہاں سے کسی کو کیا ملے گا۔ اب لے دے کہ مذاہب میں سے اگر مذہب ہے روئے زمین پر تو صرف اسلام ہے اس لیے نہیں کہ ہمارا مذہب ہے مذاہب کے معیار پر اگر پرکھا جائے تو صرف اسلام باقی بچتا ہے اور دنیا میں مذہب نام کی کوئی چیز نہیں باقی جو کچھ بھی ہے وہ رسومات ہیں وہ رواجات ہیں وہ لیٹڈ فرمز ہیں پیسے کمانے کے ذریعے ہیں لوگوں کو بے وقوف بنانے کے ذرائع ہیں لیکن مذہب نہیں ہیں مذہب صرف اسلام ہے پوری دنیا میں۔

اسلام کیا ہے؟ یہ وہ سوال ہے جسے ہم نہ کبھی پوچھتے ہیں اور نہ بتانے کی زحمت کوئی گوارا کرتا ہے۔ یہ بتایا جاتا ہے کہ فلاں بھی کافر فلاں بھی کافر فلاں بھی کافر اس مسجد والا بھی کافر

جس نے بیٹھ کر اس طرف دیکھا وہ بھی کافر جو کھڑے ہو کر چھینکا وہ بھی کافر وہ بھی کافر وہ بھی۔ مسلمان کون ہے یہ کوئی نہیں بتاتا بنیادی سوال یہ ہے کہ اسلام ہے کیا؟ اور مسلمان کون ہے؟ مسلمان وہ ہے جس نے اللہ کو پہچان لیا اور پہچاننے کے بعد اسے اپنا مالک مان لیا اور یوں مانا کہ اس کی اپنی ہر خواہش ختم ہو گئی اور زندگی بھر اسے صرف اور صرف اللہ کے احکام کی تعمیل کرنا ہے جو کچھ بھی مسلمان کو کرنا ہے صرف اس لیے کرنا ہے کہ یہ اللہ کا حکم ہے مثلاً کاروبار کرتا ہے سوچ سمجھ کر محنت سے مزدوری سے لیکن کیوں کرتا ہے اس لیے کہ اللہ نے کرنے کا حکم دیا ہے روزی پیدا کرنا اور اس کے وسائل اختیار کرنا فرض عین ہے اب اس کے کیا نتائج ہوتے ہیں اللہ کو جو منظور ہے وہ ہوں گے ملازمت کرتا ہے ذریعہ معاش تلاش کرنے کے لیے کیوں کرتا ہے اللہ کا حکم ہے روزی کے لیے معاش کے لیے ذریعہ تلاش کرنا اسے پوری دیانت داری سے' اپنا کام' اپنی ذمہ داری پوری کرتا ہے اس لیے کہ مسلمان کے لیے ملازمت بھی ویسے ہی عبادت ہے جیسے اس کے لیے نماز عبادت ہے۔ جس طرح نماز میں خشوع و خضوع اور خلوص شرط ہے اسی طرح مزدوری میں یا عبادت میں یا کاروبار میں بھی مسلمان کے لیے وہی دیانت داری وہی خلوص وہی خشوع و خضوع شرط ہے کہ وہ اللہ کی اطاعت کے لیے کر رہا ہے اگر کام نہیں کرے گا تو بھی روزی تو پائے گا لیکن اللہ کے رو برو جوابدہ ہو گا کہ تمہیں جب عقل دیا عضاء و جوارح دیے کام کرنے کی ہمت دی تو کام کیوں نہیں کیا اس لیے کرتا ہے۔

مسلمان بچہ بھی تعلیم حاصل کرتا ہے اور نان مسلم بھی کرتے ہیں مجھے بڑا دکھ ہوا پچھلے دنوں یہاں ہمارے پاس ایک شخص بچہ داخل کرانے کے لیے آیا اچھا دین دار نمازی آدمی سفید ریش تو ہم نے انہیں اپنے قواعد و ضوابط بتا دیئے لیکن وہ اس بات پہ ضد کر رہے تھے کہ بغیر کسی قاعدے ضابطے کے' سارے ضابطے توڑ کر ہمیں جگہ دی جائے۔ تو میں نے بڑا سمجھایا مانہیں کہ بزرگو جہاں آپ نے بچہ اس لیے داخل کرنا ہے کہ یہ کچھ ضابطے سیکھ جائے وہاں داخل ہی ضابطے توڑ کر کرواتے ہو سیکھے گا کیا۔ یعنی آپ بنیادی اینٹ ہی ٹیڑھی رکھنا چاہتے ہیں تو کچھ رشتہ داروں کو سفارشی لائے پھر کچھ دوستوں کو لے آئے غرض انہوں نے چوبیس گھنٹے میری ناک میں دم کیے رکھا لیکن میں نے انہیں فائنلی (finally) یہ کہا کہ بزرگو اگر آپ کا بچہ اکیڈمی کے معیار پر پورا اترا تو کسی واقف کو کسی سفارشی کو ساتھ مت لائیں۔ وہ ضرور داخل ہو گا اور اگر ان ضابطوں پہ پورا نہیں اترتا آپ سارا پاکستان لائیں اس اکیڈمی میں اسے کوئی نہیں رکھے گا سادہ سی بات ہے آپ کو مجھے تکلیف دینے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ تو وہ بڑے خفا ہوئے مجھ سے اور کہنے لگا کہ اس کا بھی اللہ رازق ہے اسے بھی کہیں سے روزی مل جائے گی تب میں سمجھا کہ میں تو غلط سوچ رہا تھا۔ آپ تو روزی کے چکر میں پڑھانا چاہ رہے ہیں میں سمجھا کہ آپ اسے تعلیم دلوانا چاہتے ہیں آپ کوئی نالج چاہتے ہیں اس کے پاس ہو آپ چاہتے ہیں کہ یہ کچھ علم رکھنے والا ہو روزی کے فیصلے تو ہو چکے وہ تو اللہ نے تقسیم کر دی نیک بد اچھا برا ہر ایک کو اپنا جو نصیب ہے وہ ملے گا تو ہم ابھی تک اس چکر میں ہیں کہ شاید یہ پڑھ لکھ کر روزی کما لیں گے کتنے پڑھے لکھے بے روز گار ہیں اور کتنے انپڑھ ایسے ہیں جو کروڑ پتیوں کے گھر پیدا ہوتے ہیں اور پیدا ہوتے ہی کروڑوں کے وارث بن جاتے ہیں وہاں کونسا علم کام آتا ہے کتنے بے وقوفوں کے پاس موٹریں ہیں اور کتنے فن کے ماہر فانے لے کر سڑک پر بیٹھے ہوتے ہیں کہ کسی بے وقوف کی موٹر خراب ہو تو ہم اس کے چار بولٹ کس کر بچوں کی روٹی پیدا کریں موٹر کا علم اس کے پاس ہے جو سڑک پر بیٹھا ہے لیکن موٹر اس کے پاس ہے جو موٹر کو چلانا بھی نہیں جانتا۔ کتنے ماہرین حساب ان لوگوں کے پاس ملازم ہیں جنہیں دو اور دو چار نہیں آتا وہ کروڑ پتی ہیں کروڑوں روز کماتے ہیں اور بڑے بڑے حساب دان ان کے دفتر میں بیٹھے ہوئے ان کے لیے پیسے جمع تفریق اور

ان کے لیے حساب لکھ رہے ہوتے ہیں اگر روزی علم پر یا جاننے پر ہوتی تو اس کے پاس ہوتی جو دفتر میں بیٹھا ہوا کروڑوں کا کھاتہ لکھ لیتا ہے اس بے وقوف کے پاس کیوں ہے جسے جمع تفریق ہی نہیں آتی۔

تو مسلمان علم بھی اس لیے حاصل کرتا ہے کہ اللہ کا حکم ہے کہ علم حاصل کیا جائے اللہ کے نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ علم حاصل کیا جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علوم ظاہری کو بھی سیکھنے کی اتنی اہمیت ارشاد فرمائی کہ فرمایا اطلبوا العلم فلو کان بالصین اوکما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرب میں جب بہت ہی دوری کا تصور ہوتا ہے تو چین کا نام لیا جاتا تھا اور عرب سے واقعی وہ دنیا کے دوسرے سرے پر ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر چین تک بھی جانا پڑے تو علم کی تلاش میں جاؤ اور علم کیا ہے العم علمان ۔ علم کے دو حصے ہیں علم الادیان و علم الابدان پہلا حصہ ہے دین کا علم، دین سیکھنا اور دوسرا حصہ ہے حیات کے متعلق، انسانی زندگی کے متعلق، انسانی وجود کے متعلق سیکھنا یہ دو حصے علم کے ہیں ایک حصہ ہے دین سیکھنا اللہ کی معرفت اللہ کے نبی علیہ السلام کے ارشادات اللہ کا کلام پڑھنا سمجھنا جاننا اور دوسرا حصہ ہے انسانی ابدان کو جاننا ان کی ضروریات ان کی میڈیکیشن ان کی ضروریات کی تکمیل۔ جب یہ دونوں شعبے کسی بندے کے پاس ہوں۔ تو مسلمان بچہ اس لیے نہیں پڑھتا کہ وہ صاحب بن جائے گا وہ آفیسر بن جائے گا وہ اس لیے پڑھتا ہے کہ وہ اللہ کی معرفت بھی حاصل کرے اور دنیا کے قاعدے طریقے سلیقے کمانے خرچ کرنے کے رہنے کے کاروبار کے دنیا کی مشینوں کو استعمال کرنے کے معاشرے میں کس طرح سے وقت گذارنا ہے ان سب چیزوں کو سیکھنے کے لیے دنیا کا علم بھی اتنا ہی ضروری ہے اور اتنا ہی ضروری دین کا علم ہے لیکن اس سارے میں مسلمان میں ہمیشہ وہ بنیادی بات رہتی ہے، کہ اس کا اپنا کچھ نہیں اس نے اپنی باگ دوڑ اللہ کریم کے ہاتھ میں دے دی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا دم بھر لیا اب اسے جو بھی کرنا ہے سکول کی کلاس میں بھی وہ پڑھتا ہے تو اس کی اتنی ہی عبادت شمار ہوتی ہے جتنی وہ اب جمعہ کی نماز میں بیٹھا ہوا اللہ کے حضور حاضری دے رہا ہے لیکن تب جب وہاں بھی اس کی نیت میں وہی خلوص ہو کہ میں مسلمان بچہ ہوں اور میرے لئے اللہ کا اور میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ مجھے علم حاصل کرنا ہے اور اس حکم کی تعمیل کے لیے میں پڑھ رہا ہوں تو اس کا کلاس روم میں پڑھنا اور مسجد میں عبادت کرنا برابر ثواب رکھتا ہے اب عبادت میں کوئی نقل کا کوئی جھوٹ کا کوئی ہیرا پھیری کا تصور ہے؟ کوئی کام چوری کا تصور ہے؟ عبادت میں کہ جمعہ کی دو رکعت یا ظہر کی چار رکعتیں کوئی نہیں دیکھ رہا تو تین پڑھ لو کوئی ہے ایسا تصور یا ہر رکعت میں دو سجدے ہیں کوئی نہیں دیکھ رہا تو ایک پر ٹرخا جاؤں ایسا کوئی تصور ہے اگر یہاں ایسا کوئی تصور نہیں ہے تو مسلمان بچے کے لیے کلاس روم میں بھی ایسا کوئی تصور نہیں ہے کہ وہ نقل کر لے گا یا استاد سے جھوٹ بول لے گا یا جو چیپٹر پڑھنے کو کہا گیا ہے وہ پڑھے گا نہیں اور کہہ دے گا میں نے پڑھ لیا ہے کوئی ایسا تصور مسلمان بچے کے لیے نہیں ہے۔

تو اسلام یہ ہے کہ ہمارا قل ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی اللہ رب العلمین میری عبادت میری قربانیاں میری زندگی اور میری موت میرے اس مالک کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا رب اور پروردگار ہے اس میں میرا کچھ نہیں ہے جو کچھ میں کرتا ہوں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان بندہ مزدوری کر کے کما کے اپنے بچوں کو جو روٹی کھلاتا ہے وہ صدقہ شمار ہوتا ہے عرض کی گئی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ کیسے؟ بیوی بچوں کا نان نفقہ تو اس پر فرض تھا ان کا پالنا تو ان کے ذمے تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرض پورا کرنا ہی تو عبادت ہوتی ہے اگر اس کے ذمے ہے تو اس ذمہ داری کو جب پورا کرے

ہے تو یہی تو عبادت کا تصور ہے یعنی مسلمان اگر مزدوری کر کے روٹی کما کے بچوں کو روٹی کھلاتا ہے تو اتنا ہی ثواب ہے جتنا وہ نماز پڑھ رہا ہے لیکن مسلمان کو یہ دیکھنا ہو گا کہ جس طرح نماز میں چوری اور جھوٹ نہیں ہے اسی طرح روزی کمانے میں بھی چوری اور جھوٹ نہیں ہو گا اگر نماز میں چوری اور جھوٹ ہو تو نماز باطل ہوجاتی ہے تو روزی کمانے میں بھی چوری اور جھوٹ ہو گا تو روزی باطل ہو جائے گی عبادت کی جگہ عذاب کا سبب بن جائے گی۔

یہی تصور عزیزان من تعلیم کا ہے اسلام میں مسلمان بچہ کیوں پڑھتا ہے اس لیے کہ اللہ کا حکم ہے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے اس لیے کہ اسے بحیثیت مسلمان اقوام عالم میں ثابت کرنا ہے کہ مسلمان کیا ہوتا ہے اللہ کے ساتھ اس کی ریلیشن شپ کیا ہے رب کے ساتھ اس کا تعلق کیا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کا تعلق کیا ہے اور امور دنیا میں وہ کافر سے بدرجہ ہا بہتر انسان ہے۔ اب اگر اس نے پڑھائی کو محض روٹی کا ذریعہ سمجھ لیا تو روٹی تو میرے خیال میں آج میں پڑھ رہا تھا وہ ہماری ایک ڈرامہ آرٹسٹ مرگئی ہے اور کہہ رہے ہیں وہ مرے گی نہیں یہ بڑا مزے دار تصور ہے جو مرجاتا ہے کہتے ہیں یہ مرے گا نہیں مرنے کے بعد۔ اس کی زندگی میں اسے زندہ کوئی نہیں مانتا مرنے کے بعد یہ لوگ ایسے پجاری ہو گئے ہیں مردوں کے اور قبروں کے، پوجا ان کا ایسا شیوہ ہو گیا ہے۔

کہ مرنے والا تو اسی دنیوی آزمائش و ابتلا سے اپنی جان چھڑا چکا اور مر پیٹ کر اس نے اپنی صبح کو شام کیا جیسے ہم زندگی گذار رہے ہیں نا پریشانیاں مصیبتیں ابتلا آزمائشیں اسی طرح ہر مرنے والا اپنی ساری آزمائشوں سے جب اس نے سانس لیا ہو گا جب زندگی ختم ہوئی۔ یہ بے چارے اپنے سارے کام اٹھا کر قبر پر لے جاتے ہیں کہتے ہیں ہمارے لئے یہ کام بھی کر دو وہ کر دو اپنوں سے جان چھڑا کر وہاں بیٹھا ہے یہ اپنے لے کر وہاں پہنچے ہوئے ہیں عجب تماشہ ہے زندوں کے کام زندوں ہی کو کرنا ہیں جو دنیا میں موجود ہیں اس لیے کرنے ہیں کہ ان سے ان کاموں کا حساب ہو گا اور جو دنیا سے گذر جاتے ہیں وہ اس حساب سے بری الذمہ ہو جاتے ہیں۔

میں حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس بیٹھا تھا حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ کے ایک شاگرد تھے فوت ہو گئے اللہ انہیں غریق رحمت کرے ہمارے وہ کلاس فیلو ہوا کرتے تھے ہم سے وہ آگے لگے تھے اچھے آدمی تھے انہیں کسی کام سے لاہور جانا پڑا ہائی کورٹ میں انہیں کوئی کام تھا تو ہائی کورٹ سے فارغ ہوئے تو وہ حضرت علی ہجویری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار پر فاتحہ کے لیے چلے گئے تو وہاں جا کر دیکھا تو لوگ سجدے کر رہے ہیں کوئی پیشانی رگڑ رہا ہے ستون کے ساتھ تو کوئی ان کے روضے کی دیوار کے ساتھ اور کوئی رو رہا ہے وہ بڑا پریشان ہوا سادہ سا آدمی تھا دیہاتی آدمی تھا سیدھا سیدھا اللہ اللہ کرنے والا۔ صوفی بھی تھا صاحب کشف بھی تھا تو یہ واقعہ اس نے میرے سامنے حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے سامنے پیش کیا کہنے لگا حضرت مجھے بڑی حیرت ہوئی میں نے مراقبہ کیا داتا صاحب سے میری سلام دعا ہوئی بڑے خوش ہوئے مجھے بڑی دعائیں دیں لیکن میں نے کہا حضرت مجھے دعائیں دینے کی بجائے ان لوگوں کو آپ کیوں نہیں روکتے جو سجدے کر رہے ہیں آپ کی قبر کو آپ مزے سے اندر بیٹھے تماشہ دیکھ رہے ہیں اس نے بڑی عجیب بات کہی حالانکہ وہ بندہ ان امور کو جانتا نہیں تھا پڑھا لکھا نہیں تھا حضرت کے ساتھ رہنے سے اسے فنا بقا تک مراقبات بھی ہو گئے مشاہدات بھی ہو گئے کہنے لگا مجھے داتا صاحب فرمانے لگے کہ جب تک ہم زمین پر بستے تھے ہم لوگوں کو ان برائیوں سے روکتے تھے یہ ہماری ذمہ داری تھی جب دنیا سے ہم یہاں آ گئے اب یہ تم لوگوں کی ذمہ داری ہے ہماری نہیں ہے ہم سے کوئی نہیں پوچھے گا کہ قبر کو کیوں سجدے کر رہے تھے انہیں روکنا تمہاری ذمہ داری ہے جو دنیا میں موجود ہو روکو کتنی پتے کی

بات اس بندے نے کہی۔ جسے ان باتوں کا علم نہیں تھا کتنی کھری بات اس نے کی اور واقعی حق بھی یہ ہے۔

کہ جو دنیا سے گذر گیا وہ اپنی ذمہ داری پوری کر گیا اب دنیا میں کیا ہو رہا ہے اس کا وہ مکلف نہیں ہے اس کا اسے حساب نہیں دینا جس کام کا اسے حساب نہیں دینا اس میں وہ پنگا کیوں لے گا اس میں وہ دخل کیوں دے گا اسے کیا ضرورت پڑی ہے اور مرنے والے دو حالوں سے خالی نہیں ہوتے۔ القبر روضۃ من ریاض الجنۃ او حفرۃ من حفرۃ النیران و اکما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ کہ یا تو گڑھا۔۔۔ وہ اسے مصروف رکھیں گے وہ اسے چھٹی نہیں دیں گے اور جو جنت میں چلا گیا وہ جنت سے یہاں یخ مارنے نہیں آئے گا اسے کیا ضرورت ہے جنت چھوڑ کر یہاں آجائے یہاں تو کوئی ایئر کنڈیشن کمرے سے اٹھ کر باہر نہیں جاتا جنت والے کو کیا مصیبت ہے کہ وہ جنت چھوڑ کر یہاں آجائے گا لہٰذا یہ فضول باتیں ہیں اسلام بڑا سیدھا سیدھا مذہب ہے ہر بندے کی اللہ سے روبرو بات ہے وہ بچہ ہے طالب علم ہے بزرگ ہے افسر ہے حاکم ہے یا بادشاہ ہے اللہ کا بندہ ہے اور اللہ کے ساتھ اس کا معاملہ ہے جسے اس نے بادشاہت دی ہے اس پر بھی اس نے فرائض عائد کئے ہیں ذمہ داریاں عائد ہیں اور ان سے جواب لے گا۔ جسے اس نے مزدور بنایا ہے اس سے مزدوری کا حساب لے گا جسے جتنے اختیارات دیے ہیں اسے اس کا حساب دینا ہو گا اب جو بچہ سکول میں پڑھ رہا ہے اس کی اگر اس کی پیشی ہو گی تو سکول پڑھنے کا ہی حساب بھی ہو گا کہ تمہیں میں نے صحت دی فرصت دی والدین دیے جو تمہارے لئے خرچ کرتے ہیں اچھے اساتذہ دیے جو تمہارے ساتھ محنت کرتے ہیں تم نے کس دیانت داری سے پڑھا۔

اور یاد رکھو! پڑھنا صرف پاس ہونے کے لیے نہیں ہے اور پڑھنا صرف اس لیے نہیں ہے کہ ہم پیسے کما لیں گے یہاں تو چور اچکے زیادہ امیر ہیں اس ملک میں اور اگلے دن میں کہہ رہا تھا کہ وہ بات چلی گئی مرنے والوں پر ہماری ایک اداکارہ مری ہیں اور بڑا شور ہوتا ہے جب بھی کوئی اداکار مرتا ہے کہ بڑا مفلسی میں مرا حکومت نے اسے پوچھا نہیں تو ایک جملہ بیچ میں وہ یہ بھی لکھ گئے کہ کسی رشتہ دار نے اس کے گھر سے ۵۵ لاکھ روپے کے انعامی بانڈ اور نقد کیش اور زیورات بھی اٹھا لئے تھے دیکھو کتنے یہ غریب ہوتے ہیں کتنے مفلس ہوتے ہیں کہ ۵۵، ۵۵ لاکھ تو میزوں کی دراز میں پڑے ہوتے ہیں ان کے اور جو بندہ سرہانے کے نیچے یا میز کی دراز میں ۵۵ لاکھ رکھ چھوڑتا ہے اس کے بنک میں کتنے ہوں گے یہ تو عام منی Money ہے نا جیسے ہمارے پاس دس بیس پچاس روپے پڑے ہوتے ہیں ایسے ہی پڑے تھے تو کسی نے اٹھا لئے تو صرف اگر پیسہ چاہیے تو وہ تو بھانڈں کنجروں چور اچکوں ڈاکوؤں کے پاس بدکرداروں کے پاس کافروں کے پاس نابکاروں کے پاس بھی بہت ہے صرف پیسہ مقصد نہیں ہے تعلیم کا ہے اس مقصد کو سمجھنے کی کوشش کیجئے مسلمان کیوں پڑھتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب بدر کے قیدی آئے اور مدینہ منورہ پہنچے تو فیصلہ ہوا کہ قیدیوں کو باندھ کر رکھنے کی بجائے ان سے فدیہ لے لیا جائے کوئی رقم لے لی جائے جو اسلامی ریاست کے کام آئے اور انہیں چھوڑ دیا جائے چنانچہ فدیہ طے ہو گیا اب جن کے وارثوں کے پاس پیسے تھے مکہ مکرمہ سے آئے اپنے قیدیوں کا فدیہ جمع کرایا چھڑا کر لے گئے کچھ لوگ ایسے بچ گئے جن کے پاس پیسے نہیں تھے جن کے وارث پیسے دے نہیں دے سکتے تھے بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں درخواست پیش ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہیں کہو کہ دس دس مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں یہی ان کا فدیہ ہے یعنی جب اسلامی ریاست بن رہی تھی تب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو اتنی اہمیت دی کہ مکے کا مشرک قیدی جو بدر سے لائے تھے دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دے تو اس پر اسے چھوڑ دیا اتنا قیمتی تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بچوں کا لکھائی پڑھائی

کو سیکھنا۔ بحیثیت مسلمان انہیں کل مسلمان جوان بننا ہے کل مسلمان باپ بننا ہے بحیثیت مسلمان انہیں کل مسلمان جوان بننا ہے کل مسلمان باپ بننا ہے کل اسلام کا نمائندہ بن کر دنیا کے سامنے پیش ہونا ہے تو وہ اللہ کا دین اور اللہ سے اپنا تعلق بھی جانتے ہوں اور دنیا میں کس طرح سے زندگی گذارنی ہے یہ فن بھی جانتے ہوں اور یہ اس لیے جانتے ہوں کہ یہ جاننا ان پر ان کے اللہ نے فرض کیا ہے ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جاننے کا حکم دیا ہے میں نہیں سمجھتا کہ مسلمان بچے کو مار کر پڑھانے کی ضرورت ہے میں نہیں سمجھتا کہ مسلمان کو سوٹے سے نماز پڑھانے کی ضرورت ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ مسلمان کو نماز میں خیانت کی ضرورت ہے یا مسلمان بچے کو اپنی تعلیم میں کسی ہیرا پھیری کی کوئی گنجائش ہے اگر وہ مسلمان ہے اور الحمداللہ ہم مسلمان ہیں۔

یہ آیہ مبارکہ جو میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی تھی اس میں اس ساری بحث کو سمیٹا گیا ہے اور فرمایا گیا ہے کہ مسلمان ہونا مشکل تو نہیں لیکن کفار کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ مسلمانوں کو وہ ہمیشہ تذبذب میں' کنفیوز رکھیں تاکہ ان کا معاملہ مشکوک سا ہو جائے اللہ کے ساتھ وہ ایثار وہ قربانی کا جذبہ وہ خود سپاری وہ ڈیووشن Devotion نہ رہے نیم بروں نیم دروں کبھی مسلمان ہیں کبھی مسلمان نہیں ہیں اس طرح کے ہو جائیں کافروں کی کوشش یہ ہوتی ہے اس آیہ کریمہ میں یہ فرمایا۔

ولقد ضربنا للناس فی ھذا القرآن من کل مثل اس کتاب الٰہی میں' اس قرآن حکیم میں اللہ فرماتے ہیں پوری انسانیت کے لیے ہر طرح کا سبق میں نے سمو دیا۔ بظاہر یہ چھوٹی سی کتاب ہے لیکن زندگی کے ہر مسئلے کو مثال دے کر بیان کرتی ہے اشارے نہیں کرتی صرف وضاحت کر دیتی ہے اور پوری انسانیت کے مسائل پہ بحث کرتی ہے لیکن کفر کی مصیبت یہ ہوتی ہے کہ اللہ کی عظمت کا انکار اللہ کے ارشادات سے مستفید ہونے کی توفیق سلب کر دیتا ہے آپ کسی آدمی کی علمیت کے قائل نہیں ہیں آپ کسی آدمی کو پڑھا لکھا نہیں سمجھتے آپ کسی آدمی کا احترام نہیں کرتے اس کی تقریر سننے آپ کیوں جائیں گے کوئی آپ سے کہہ دے کہ آؤ فلاں آدمی بیان کر رہا ہے بات کر رہا ہے اس کی بات سنیں تو جب آپ اس آدمی کو صاحب علم ہی نہیں مانتے اس آدمی کو اچھا ہی نہیں سمجھتے اس آدمی کو جاننے کی کوشش ہی نہیں کرتے تو آپ بھلا کیوں جائیں گے اسی طرح کافر عظمت الٰہی کا منکر ہے اللہ کے علم اس کے علم کی عظمت اس کے علم کی وسعت اللہ کی ذات اور اس کی شان کا منکر ہے اس لیے اللہ کا کلام اس کے لیے مفید ہی نہیں ہوتا وہ جب سنتا ہے۔

ولئن جئتھم بایۃ بڑی سے بڑی دلیل اگر کافروں کو آپ دیں **لیقولن الذین کفروا** تو کافر بڑی آسانی سے یہ کہہ دیں گے۔

ان انتم الا مبطلون ○ یار تم جھوٹ موٹ ہی کہہ رہے ہو غلط باتیں کر رہے ہو یہ ہو ہی نہیں سکتا یہ نہیں ہو سکتا میں نہیں مانتا کہ ایسا بھی ہو گا اللہ کریم فرماتے ہیں **کذالک یطبع اللہ علی قلوب الذین لا یعلمون** ○ جو لوگ اللہ کو جانتے نہیں **لا یعلمون**۔ جو علم سے' علم الٰہی سے محروم ہیں ان کے دلوں پر اللہ مہر کر دیتے ہیں ان کے دلوں میں اللہ کی بات جاتی نہیں آپ کافر کی فکر چھوڑیں کافر جس نے کفر اختیار کیا ہے اس پر عظمت الٰہی کا سکہ نہیں بیٹھے گا اس پر کتاب الٰہی کی بات کا اثر نہیں ہو گا وہ ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا دل نہیں پسیجے گا لیکن مسلمان کو تو یہ چاہیے۔

فاصبر۔ کافر کے پیچھے لگ کر اپنا اسلام تو برباد نہ کرے اپنے آپ کو اسلام پر روک کر رکھے جم کر رکھے بھلا یہ کیا بات ہوئی کہ یورپ والے امریکہ والے چین والے جاپان والے مان جائیں بات تو ہم بھی مان لیں گے ٹھیک ہے وہ نہ مانیں تو پھر ہمیں بھی شک پڑ جائے گا ٹھیک ہے یا نہیں ہے یہ کونسا اسلام ہے

اسلام تو یہ ہے کہ جس بات کو آپ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم کہتے ہیں ساری دنیا کا ہر انسان انکار کر دے لیکن آپ اس پر جمے رہیں اور آپ انکار نہ کریں ہم اس لیے تو مسلمان نہیں ہیں کہ بہت سے لوگ مسلمان ہیں تو ہم بھی مسلمان ہو جائیں کہ شاید یہ سچ ہی ہو گا یہ تو اسلام نہیں ہے اسلام یہ ہے کہ اللہ کا ارشاد سچ ہے اللہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سچ ہے اللہ کی کتاب حق ہے اور میں ذاتی طور پر اس کو حق قبول کرتا ہوں اب ساری دنیا قبول نہ کرے جس نے اعلان کر دیا اسے تو اس پر جم کر رہنا چاہیے جس طرح نہ ماننے والا کہتا ہے ناکہ میں نہیں مانتا اس سے دوگنا طاقت کے ساتھ ماننے والا کہے میں مانتا ہوں یہ کیا ہوا کہ کافر کا انکار دیکھ کر مسلمان کو بھی پسینہ آ جائے اس کی ٹانگیں کانپنے لگیں وہ کہے یار ہے تو صحیح پتہ نہیں ایسا ہو گا یا پتہ نہیں نہیں ہو گا تو قرآن حکیم اس بات کا انتباہ اور اس بات سے خبردار کر رہا ہے کہ اللہ نے جب تمہیں ایمان عطا فرمایا جب تم مسلمان ہو تو اسلام پر جم جاؤ فاصبر۔ رک جاؤ پھر اسی جگہ ادھر ادھر جھولو نہیں گھاس کی طرح کہ جی امریکہ والوں نے نہیں مانا جی برطانیہ والے یہ کہتے ہیں جی سیکنڈے نیویا میں یہ ہوتا ہے جاپانی یہ کہتے ہیں جی' چائنہ کا یہ خیال ہے جی یا افریقہ میں یہ تحقیق ہو گئی جو جس کا جی چاہے کرے ہم وہ مانتے ہیں جو اللہ کا حکم ہے اور ہم اس بات کو حق سمجھتے ہیں جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے بات ختم۔ اسلام تو یہ ہے کہ جو جس کا جی چاہے کرتا پھرے ہم اسی کو حق کہتے ہیں جو اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے اور پھر اللہ فرماتے ہیں تم جمے رہو۔

ان وعد اللہ حق اور گھبراؤ نہیں تمہارے پاس کوئی نرے افسانے نہیں ہیں اللہ کے سارے وعدے بڑے پکے اور کھرے ہیں اللہ کریم فرماتے ہیں کافروں کو ڈولتا دیکھ کر تم بھی ڈولنے نہیں لگ جایا کرو کافروں کے بچے نقل کریں کام چوری شروع کر دیں بڑے جھوٹ بولنا شروع کر دیں حاکم رشوت لینا شروع کر دیں اور صاحب اقتدار سفارشیں ماننا شروع کر دیں کیوں جی فلاں ملک میں بھی ایسے ہی ہوتا ہے ارے تمہیں وہ کرنا ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کرنا سکھایا ہے بچہ بھی مسلمان ہے استاد بھی مسلمان ہے حاکم بھی مسلمان ہے مزدور بھی مسلمان ہے یہاں کا چور بھی مسلمان ہے اور قاضی بھی مسلمان ہے دونوں کو اسلامی حدود کی پابندی کرنی ضروری ہے چور سے اگر چوری ہو گئی ہے تو اللہ سے توبہ کرے اپنی اس برائی سے باز آئے خود کو اللہ کی اطاعت کے دائرے میں لے آئے اور قاضی سفارش پر فیصلہ کرنے کے بجائے مجرم کو سزا دے یہ کون سا اسلام ہے جناب جس میں ہم پھنسے ہوئے ہیں کہ اللہ کے فرائض رہ گئے نماز میں سستی ہو گئی کبھی کھانے میں بھی سستی ہوئی؟ طبیعت خراب تھی نماز نہیں پڑھتا طبیعت خراب تھی کھانا تو کھا لیا' طبیعت خراب تھی سو بھی لیا طبیعت خراب تھی دفتر بھی ہو آئے دنیا کے سارے کام کر لئے اللہ کی بارگاہ میں حاضری کے لیے کونسی طبیعت الگ تھی جو خراب تھی بھائی یعنی ذرہ سی کوئی مصروفیت آئے تو دین رہ جاتا ہے مہمان آ جائیں تو عبادت چھوٹ جاتی ہے طبیعت خراب ہو جائے تو باقی سارے کام ہوتے رہتے ہیں اور جو بڑی الارمنگ بڑی ہلا دینے والی بات جو کہی اللہ کریم نے وہ یہ ہے۔

ولا یستخضنک الذین لا یوقنون ○ کہیں کافر تجھے کنفیوز Confuse ہی نہ کر دیں استخفاف ہوتا ہے کسی بات کے ساتھ ایسا سلوک کرنا کہ وہ رزالت کا اور رسوائی کا سبب بنے یعنی اس بات کو مانتے بھی ہیں اور نتیجہ یہ ہے کہ اللہ کہتا ہے کہ تم نے تو نہ ماننے جیسا ہی مانا یہ ہوتا ہے استخفاف تو اللہ کریم فرماتا ہے۔

ولا یستخفنک الذین لا یوقنون ○ کہ کہیں کافر تجھے اسلام میں بھی رسوا ہی نہ کر دیں کہ تو مسلمان بھی رہے اور جب اللہ کے پاس جائے تو وہ تجھے مسلمان بھی نہ مانے کہ یہ اسلام مجھے نہیں چاہیے جو تو لے آیا ہے اس میں تو یقین بھی نہیں ہے اس میں تو دیانت بھی نہیں ہے اس میں تو امانت بھی نہیں ہے اس میں

علم مسلمان کا بنیادی فریضہ ہے

مولانا محمد اکرم اعوان

انسانی مزاج ایسا ہے کہ رب جلیل فرماتے ہیں کہ ہر طبقہ انسانوں کا جو کچھ مفروضے بنا لیتا ہے یا زندگی کا جو انداز اپنا لیتا ہے اس پہ بڑا فخر کرتا ہے اسی پہ خوش رہتا ہے لیکن حق اپنی جگہ قائم رہتا ہے حق کیا ہے اور اللہ کو کیا پسند ہے اللہ کس بات پر راضی ہے فرمایا ان الذین عند اللہ الا سلام۔ اللہ کو جو منظور ہے اللہ جس پر خوش ہے اللہ جسے پسند فرماتا ہے اللہ جسے قبول فرماتا ہے وہ دین اسلام ہے۔

دین کیا ہوتا ہے؟ ہر وہ کام دین ہے جسے اس غرض سے کیا جائے کہ اس میں اللہ کی رضا بھی حاصل ہو۔ ہر وہ کام دین ہے جسے اس لیے چھوڑ دیا جائے کہ ایسا کرنے سے اللہ کریم ناراض ہوتا ہے ہمارے ہاں ایک کنفیوژن (Confusion) یہ بھی ہے کہ ہم صرف نماز روزے کو دین سمجھتے ہیں باقی ساری زندگی جو ہماری کھانا پینا سونا جاگنا کام کاج اسے ہم نے دین سے الگ کر دیا ہے ہماری اخلاقی اقدار ہماری سیاسیات ہمارے ملکی حالات ہماری معاشیات اس کو ہم سمجھتے ہیں کہ اس میں دین کا کوئی دخل نہیں۔ دین جو ہے وہ صرف اللہ کی عبادت کرنے کا نام ہے جو چند لمحے ہم نماز پڑھ لیتے ہیں یا روزہ رکھ لیتے ہیں یا کسی نے تلاوت کر لی۔ تو عبادت کا جو تصور دین حق میں ہے وہ یہ ہے کہ کوئی بھی کام جو اللہ کو راضی کرنے کے لیے کیا جائے وہ عبادت ہے۔ کوئی بھی کام حتیٰ کہ اگر کوئی مزدور مزدوری اس لیے کرتا ہے کہ اللہ کا حکم ہے کہ رزق حلال کما کر اپنی اولاد کی پرورش کرو تو اس کا مزدوری کرنا بھی عبادت ہے۔ جس طرح نماز عبادت ہے جس طرح روزہ عبادت ہے اسی طرح وہ مزدوری بھی عبادت ہے ہر عبادت کا اپنا اپنا ایک اثر ہے اپنا اپنا ایک دائرہ کار ہے اور اپنا اپنا اجر اور ثواب ہے۔

لیکن سب سے زیادہ ثواب جس عبادت کا ہے وہ عبادت ہے علم۔ علم خواہ دنیا میں رہنے کے انداز سیکھنے کا ہو تو بھی عبادت ہے اگر اس غرض سے سیکھا جائے کہ دنیا میں بہتر انسان بن کر رہ سکو اور اللہ کی ذات اس کی مرضی اس کی پسند آخرت یا دین کے متعلق معلومات حاصل کرنے کا جو علم ہے وہ بھی از خود عبادت ہے۔ عبادت کا بنیادی تصور یہ ہے کہ وہ کام اللہ کو راضی کرنے کے لیے کیا جائے۔ علم کیا ہوتا ہے علم ہوتا ہے دنیا کے متعلق معلومات حاصل کرنا کون سی چیز کھانے کی ہے کون سی چیز پہننے کی ہے کھانے کا انداز کیا ہے کمانے کا طریقہ کیا ہے کس طرح سے رہنا ہے اخلاق کسے کہتے ہیں گناہ کیا ہے ثواب کیا ہے اچھا کسے کہتے ہیں برائی کیا ہے ان سب کو جاننا جو ہے یہ وہ سنت ہے جس کی وجہ سے انسان کو فضیلت ملی۔ آپ نے پہلے پارے میں پڑھا ہو گا کہ رب جلیل نے جب آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور فرشتوں کو حکم دیا کہ سارے کے سارے فرشتے آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ کریں ان میں ابلیس بھی تھا ابلیس اگرچہ فرشتہ نہیں تھا یہ جن تھا لیکن یہ اتنا عابد و زاہد تھا اور اس نے اتنی عبادت کی اور اتنے سجدے کیے کہ اس کی ترقی ہوتے ہوئے اسے فرشتوں کے ساتھ رہنے کی اجازت مل گئی یہ آسمانوں میں رہتا تھا فرشتوں کے ساتھ رہتا تھا تو جب فرشتوں کو حکم دیا گیا تو یہ اس میں شامل تھا اس لیے فرمایا۔

کہ سب نے سجدہ کیا الا ابلیس۔ مگر سوائے ابلیس کے

اس سجدہ کرنے سے پہلے کی بات ہے جو تخلیق آدم کی بات چلی تو اللہ کریم فرماتے ہیں۔

واذ قال ربک للملٰئکۃ انی جاعل فی الارض خلیفۃ

جب تیرے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں اپنا ایک نائب پیدا کرنا چاہتا ہوں خلیفہ کہتے ہیں اس ہستی کو جو کسی کی طرف سے اس کے احکام نافذ کرے۔ اس کا نائب ہو اس کی Behalf پر کام کرے تو فرمایا میں اس کائنات میں روئے زمین پر اپنا ایک ایسا نائب پیدا کرنا چاہتا ہوں جو میری پسند کو وہاں لاگو کرے۔

قالوا اتجعل فیھا من یفسد فیھا یسفک تو فرشتوں نے کہا کہ بار الہا آپ نے پہلے جنات پیدا فرمائے زمین پر اور یہ خون خرابا کرتے ہیں ایک دوسرے کو قتل کرتے ہیں فساد کرتے ہیں پھر ان پر عذاب نازل ہوتا ہے توبہ کرتے ہیں پھر وہی کام شروع کر دیتے ہیں کوئی اور مخلوق زمین پر ہو گی تو یقیناً" وہ بھی قتل و غارت کرے گی فساد پیدا کرے گی اور اگر تسبیح و تحمید کی بات ہے تو نحن نسبح بحمدک ہم ہر گھڑی آپ کی تسبیح و پاکی بیان کرتے ہیں ونقدس لک ۔ فرمایا انی اعلم مالا تعلمون۔ ارشاد ہوا جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔ اب آدم علیہ السلام کی اہمیت اور فضیلت کس طرح بنائی فرمایا وعلم ادم الاسماء کلھا۔ علم کیا ہے سارا علم نام ہیں یا چیزوں کے نام ہیں یا کاموں کے نام ہیں یا جگہوں کے نام ہیں یہ سارے نام جب جمع ہوتے ہیں تو علم بن جاتا ہے تو آدم علیہ السلام کو اللہ نے ہر شے کا نام سکھا دیا۔ وعلم ادم الاسماء کلھا۔ بلکہ مفسرین فرماتے ہیں کہ جتنی زبانیں تب سے لے کر اب تک اور اب سے لے کر قیامت تک انسان بولیں گے یہ سارے جس زبان میں جو لفظ بھی سارے آدم علیہ السلام کو آتے ہیں اللہ نے تعلیم فرما دیے۔

ثم عرضھم علی الملٰئکۃ پھر وہ کائنات فرشتوں کے سامنے کھول کے رکھ دی فقال انبئونی باسماء ھولاء ان کنتم صدقین ○ اگر تمہارا یہ مشورہ سچا ہے تو پھر تم ان چیزوں کے نام ان کی خصوصیات ان کا استعمال ان کا نفع و نقصان بتاؤ یہ کیا ہیں۔ قالو سبحنک لا علم لنا ۔ کہنے لگے اللہ تو پاک ہے ہم تو نہیں جانتے ہم تو صرف وہ جانتے ہیں الا ماعلمتنا۔ جو تو نے ہمیں سکھایا ہے وہ تو ہم جانتے ہیں یہ تو آپ نے ہمیں سکھایا ہی نہیں۔

انک انت العلیم الحکیم○ تو ہی بہتر جانتا ہے اور تو ہی بہتر حکمت والا ہے قال یا دم انبیھم باسماء ھم۔ اللہ نے فرمایا اے آدم ان چیزوں کے متعلق آپ بتایئے فرشتوں کو فلما انباھم باسماھم جب آدم علیہ السلام نے فر فر وہ ساری چیزیں بتا دیں تو ارشاد ہوا۔

قال الم اقل لکم انی اعلم غیب السموات والارض میں نہ کہتا تھا تمہیں کہ زمینوں آسمانوں کے غیوب اور ان کی ساری باتیں جاننا یہ میرا کام ہے میں جانتا ہوں آدم کو کس لئے پیدا کیا اور اسے کیا کمال دینے والا ہوں تم نہیں جانتے تو جب وہ علمی برتری آدم علیہ السلام کی ثابت ہو گئی تب ارشاد ہوا۔

واذ قلنا للملٰئکۃ اسجدوا لادم۔ کہ اب تم سب آدم علیہ السلام کے سامنے سر بسجود ہو جاؤ۔ الا ابلیس۔ سب نے سجدہ کیا سوائے شیطان کے۔

تو عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ پہلی پہلی فضیلت جو کائنات پر انسان کی منوائی گئی وہ انسان کا وہ علم تھا جو رب جلیل نے اسے دیا۔ تو انسان کو جو فضیلت ملی جو شرف ملا اس کی بنیاد اللہ کریم نے انسانی علوم کو قرار دیا۔

وعلم ادم الاسماء۔ اس نے پہلے آدم علیہ السلام کو تمام علوم سکھا دیے تو جتنی بھی عبادات ہیں ان سب عبادات میں سرفہرست حصول علم ہے کیونکہ علم کے بغیر تو کوئی عبادت کر نہیں سکے گا لیکن وہ One Sided علم یک طرفہ علم نہیں جس میں صرف دنیوی امور تو سکھائے جائیں اور آدمی دین سے آخرت سے اللہ سے دور ہوتا چلا جائے اسے آپ علم نہیں کہیں گے علم کی بنیاد ہی اس بات پر ہے کہ Basically بنیادی طور پر بندہ عظمت

الٰہی سے واقف ہو اللہ کریم کی ذات اور اس کی صفات سے واقف ہو پھر اس کی مرضی اس کی پسند اس کی خوشنودی کے لیے کہ دنیا کے امور کس طرح کرنے ہیں دنیا کا علم بھی سیکھے۔ اب اگر کوئی اللہ ہی سے واقف نہ ہو سکا اللہ کی عظمت سے ہی واقف نہ ہو سکا تو دنیا کے علوم وہ سیکھے گا اپنی اغراض پوری کرنے کے لیے اللہ کی رضا کے لیے نہیں۔ پھر وہ سیکھے گا میں زیادہ کما کیسے سکتا ہوں زیادہ پیسہ جمع کیسے کر سکتا ہوں میں زیادہ عیش و عشرت کیسے کر سکتا ہوں اور یہ سیکھنا اس کے لیے عبادت نہیں ہلاکت بن جائے گا۔

دنیا میں اطباء کے نزدیک ایک قانون ہے کہ دنیا میں کوئی چیز بھی زہر نہیں ہے۔ یہ دنیا میں جتنی چیزیں رب جلیل نے پیدا فرمائی ہیں وہ انسانی حیات کے لیے ہیں انسان کو مارنے کے لیے نہیں تو پھر بھی زہر کیوں ہے؟ لوگ کیوں مر جاتے ہیں؟ کسی کو سینکھیا کھلا دو وہ مرجاتا ہے کسی کو اور کسی قسم کا زہر دے دو تو وہ مرجاتا ہے وہ فرماتے ہیں کہ اسی سینکھیا کی مقدار کا تعین جو ہے وہ زہر اسے بنا دیتا ہے آپ جتنا گڑ کھاتے ہیں اتنا سینکھیا نہ کھائیں نا۔ سینکھیا کو سینکھیا سمجھ کر کھائیں اور اس کی اتنی قلیل مقدار کھائیں جو ڈائجسٹ ہو جاتی ہے تو وہ زہر نہیں ہے دودھ ایک غذا ہے لیکن کسی آدمی کے پیٹ میں دس کلو دودھ ٹھونس دیں تو اس کے لیے وہی زہر بن جائے گی تو وہ کہتے ہیں چیزوں کا جو استعمال ہے وہ انہیں زہر بنا دیتا ہے یا تریاق بنا دیتا ہے۔

یہی حال علم کا بھی ہے کہ اگر اللہ کی معرفت کو چھوڑ کر محض دولت کمانے کے لیے علم سیکھا جائے تو یہ سم قاتل ہے یہ زہر بن جائے گا لیکن اس کے ساتھ بنیادی طور پر اگر اللہ کی معرفت بھی نصیب ہو اللہ کی عظمت نصیب ہو اللہ کے نبی علیہ السلام کی باتیں نصیب ہوں اللہ کی عبادت نصیب ہو اللہ کا ذکر نصیب ہو اور علم اس لئے حاصل کیا جائے کہ دنیا میں میں ایک مسلمان کی حیثیت سے وہ فریضہ ادا کر سکوں جو اللہ' اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ذمے لگایا ہے تو یہی علم جو ہے یہی آب حیات بن جائے گا اسلام سراسر سلامتی کا مذہب ہے اسلام کی بنیاد یہ ہے کہ اس کا بنیادی عنصر ہیں تین حرف س ل اور م۔ مسلم۔ سلم کا معنی ہوتا ہے سلامتی۔ اب سلامتی کے جتنے پہلو ہیں وہ انہی تینوں لفظوں کی بنیاد سے آگے نکلتے ہیں تو اسلام ہو گا کہ اس سلامتی کو زندگی کے ہر پہلو میں لے جانے کا نام صرف نماز روزہ نہیں ہے۔ اسلام یہ ہے کہ آپ سلامتی کو بنیادی طور پر اپنے اور اپنے اللہ کے درمیان سلامتی کا راستہ پیدا کریں کہ آپ کا ذاتی تعلق اپنے رب سے ہو اتنا ذاتی کہ آپ اپنی بات اللہ سے کہہ سکیں آپ اللہ کی بات سن کر اس پر عمل کر سکیں۔ آپ اپنے آپ کو اللہ کے روبرو زندہ رکھیں۔ سلامتی ہو آپ کے اور آپ کے والدین کے تعلقات میں' سلامتی ہو آپ کے اور آپ کے دوستوں کے تعلقات میں' سلامتی ہو آپ کے اس کاروبار میں جو آپ کرتے ہیں' سلامتی ہو آپ کے اس حصول تعلیم میں جس کے لیے آپ محنت کر رہے ہیں اور اس کے جو نتائج آپ کے ذہن میں ہیں ان میں سلامتی ہو یعنی اسلام زندگی کے ہر پہلو بلکہ موت میں بھی سلامتی کو تلاش کرنا مابعد الموت بھی کہ اللہ آخرت کی رسوائی اور آخرت کے عذابوں اور آخرت کی تکلیفوں سے بھی بچائے یہ سراسر سلامتی جو ہے یہ اسلام میں ہے اور اسی سلامتی کی جستجو کرنا اسلام ہے اب اگر اسی کام کے لیے تجارت کی جاتی ہے کہ اللہ کا حکم ہے حلال ذرائع سے روزی کمانا اور بچے پالنا تو وہ بھی عبادت ہے اگر اسی غرض کے لیے سفر کیا جاتا ہے اسی غرض کے لیے جب آدمی جہاد پہ جاتا ہے تو بہت بڑی عبادت ہے اگرچہ وہ لڑ رہا ہے لیکن اسے عبادت نصیب ہوتی ہے اس لیے کہ وہ اللہ کی رضا اور اللہ کے حکم کو نافذ کرنے کے لیے لڑ رہا ہے اپنے آپ کو کسی پر مسلط نہیں کرنا چاہتا اگر اپنے نفع کے لیے لڑے گا پھر جہاد نہیں رہے گا تو مسلمان کا مرنا جینا سونا جاگنا کھانا پینا دوستی دشمنی یہ سارا کچھ دین اسلام ہے اگر وہ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق اسے بسر کرے اور اس پر اس میں سے گذرے اب عمل کرنے کی جو بنیاد ہوتی ہے وہ

علم ہوتا ہے اگر کسی کے پاس علم ہی نہ ہو وہ جانتا ہی نہ ہو تو عمل کی نوبت ہی نہیں آئے گی تو تمام عبادات کی بنیاد علم ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کوئی بھی شخص جب اس غرض کے لیے علم سیکھنے کے لیے نکلتا ہے کہ اس علم سے وہ اچھا مسلمان ثابت ہو اللہ کا نیک بندہ ثابت ہو اور اللہ کی زمین پر اللہ کا دین قائم کرنے کا سبب ہو تو اس غرض سے جو طالب علم سیکھنے کے لیے نکلتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے بخاری شریف میں موجود ہے کہ فرشتے برکت حاصل کرنے کے لیے اس کے پاؤں کے نیچے پر پھیلاتے ہیں۔ جہاں جہاں سے وہ گذرتا ہے تو اس کے پاؤں کے نیچے فرشتے پر رکھنا اپنی سعادت مندی سمجھتے ہیں کہ ہمارے پروں پر سے پاؤں رکھ کر گذر جائے لیکن انسان کا ازلی دشمن جس نے آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا اور جو اس حسد میں مارا گیا جس نے اس دن یہ کہا تھا انا خیر منہ خلقتنی من النار و خلقتہ من طین۔ اسے آپ نے مٹی سے بنایا ہے مٹی تو ایک کثیف سی چیز ہے کیچڑ بدبودار ہوتا ہے اور مٹی ٹوٹنے پھوٹنے والی ہے وخلقتنی من النار۔ مجھے آپ نے آگ سے پیدا کیا جو ہر چیز پر غالب ہے جلا دیتی ہے پھر میں اسے کیوں سجدہ کروں میں اس سے بہتر ہوں اللہ کریم نے اس کی اس اکڑ پر اسے ہمیشہ کے لیے اپنی بارگاہ سے نکال دیا تو اس نے اس دن ہی کہا تھا کہ یا اللہ میری برسوں کی عبادت محنت سجدے سارے ضائع ہو گئے ہزارہا برس اس نے محنت کی تھی تب اس مقام پر پہنچا تھا تو کسی نے کہا تھا نا۔

گیا شیطان مارا ایک سجدے کے نہ کرنے میں
ہزاروں برس گر سجدے میں سر مارا تو کیا مارا

جب وہ ساری محنت ہی ایک نافرمانی پہ اس نے ضائع کر دی تو وہ سارے ہزاروں برس کا

نہنگ واژدہا و شیر نو مارا تو کیا مارا
بڑے موذی کو مارا نفس امارہ کو گر مارا

گیا شیطان مارا ایک سجدے کے نہ کرنے میں
ہزاروں برس گر سجدے میں سر مارا تو کیا مارا

تو سب سے بڑی مصیبت اللہ کی نافرمانی جب اس کے گلے پڑی اور ہمیشہ کے لیے راندہ درگاہ ہو گیا اس نے کہا کہ اللہ! آدم علیہ السلام اور آدم علیہ السلام کی اولاد کی عزت نہ کرتے ہوئے میں نے آدم کو سجدہ نہیں کیا تیرے سجدے سے تو انکار نہیں کیا لیکن تو نے اس پر مجھے راندہ درگاہ کر دیا تو اب آدم علیہ السلام کی اولاد مجھے سجدے کرے گی اور تیری بارگاہ ان کے سجدوں سے خالی رہے گی لیکن اگر تو مجھے مہلت دے دے اگر کل ہی میں مرجاؤں تو پھر تو میں کچھ نہیں کر سکتا۔ اللہ کریم نے اسے مہلت دے دی فرمایا جب تک قیامت قائم نہیں ہوتی۔

انک من المنظرین الی یوم الوقت المعلوم ۔ قیام قیامت تک کے لئے تو زندہ رہے گا تو اپنی محنت کر، ساری کوشش کر، اپنے سارے لاؤ لشکر سمیت انہیں گھیر لیکن ایک بات اللہ نے اس وقت بھی واضح کر دی فرمایا

ان عبادی لیس لک علیھم من سلطان۔ جو میرے ہو جائیں گے بندے ان پر تیرا کوئی داؤ بھی نہیں چلے گا اور جو میرے نہیں بنیں گے مجھے بھی چھوڑ جائیں گے ان کی مجھے بھی پرواہ نہیں ہے کہ وہ تیرے ساتھ جہنم میں جاتے ہیں یا جہنم کے کسی گڑھے میں گرتے ہیں جب وہ مجھے چھوڑ ہی دیں گے تو اللہ نے فرمایا مجھے بھی ان کی پرواہ نہیں ہے لیکن یہ بھی یاد رکھ کہ جو میرے ہوں گے تیرا ان پر کوئی بس نہیں چلے گا۔

تو میرے بھائی انسان کے لیے تحفظ کا ایک ہی کونہ ہے کہ وہ اللہ کا بندہ بن جائے اپنی خواہشات کا بندہ نہ بنے اپنی وقتی لذات کا بندہ نہ بنے اپنی لمحاتی خوشیوں کا بندہ نہ بنے بلکہ اللہ کا بندہ بن جائے تاکہ اسے اللہ کی حفاظت حاصل ہو اور ہر پریشانی سے اسے رب کریم دو عالم میں محفوظ فرما دے۔ اللہ کا بندہ بننے کے لیے کیسے بنا جائے۔ اللہ کس بات پہ راضی ہے اللہ کریم کس بات پہ خفا ہوتے ہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد

فلسفۂ اسلام

مولانا اکرم اعوان

انسان بہت سی خوبیوں کا مالک اور بہت سی خامیوں اور کمزوریوں کا مجموعہ ہے اللہ جل شانہ نے اپنی جتنی مخلوق میں متفرق کمالات رکھے ہیں ان سب کو ایک انسان میں جمع فرما دیا ہے آپ زیادہ دور نہ جائیں کہ مختلف مخلوق کے مختلف کام دیکھ لیں گھر بنانا بچے پالنا خوراک حاصل کرنا صاف ستھرا رہنا دوستی دشمنی نبھانا تو مختلف مخلوق میں جو اوصاف ایک ایک کر کے ہیں انسان میں یہ سارے کمالات بلکہ ان کمالات کی بہت اچھی صورت بیک وقت موجود ہے اسی طرح انسان کی خامیاں اور کمزوریاں ہیں وہ بھی بہت زیادہ ہیں یہ عجب مجموعہ اضداد ہے اس کی بنیاد ہی دو ضدوں کے مجموعے پر ہے منطق میں ضدین کا جمع ہونا محال ہے لیکن اللہ کے لیے نہیں میرے اور آپ کے لیے ہے۔ ہم دو ضدوں کو جمع نہیں کر سکتے۔ لیکن اللہ اس چیز پہ قادر ہے مادہ اور عالم امر کی لطیف تجلی دونوں ایک دوسرے کی ضد ہے عالم امر لطیف ترین تجلیات باری کا مرکز ہے اور مادہ کثافت کی انتہائی صورت ہے۔ لطافت و کثافت میں کیسا جوڑ لیکن وہ ایسا قادر ہے کہ اس نے مادی وجود میں عالم امر سے روح منتقل فرمائی اور ایسا پیوند لگایا کہ یہ کبھی ٹوٹے گا نہیں۔

یہ جو موت کا تصور ہے کہ موت روح کا رشتہ وجود سے توڑ دیتی ہے یہ صحیح نہیں ہے موت صرف یہ ہے کہ روح کا وہ تصرف بدن میں جس سے بدن کو جسمانی حیات حاصل تھی جس تعلق کے طفیل بدن دنیا کی غذا کا محتاج تھا یا اس کی گرمی سردی سے متاثر ہوتا تھا۔ یا شب و روز کا محتاج تھا روح کا وہ تعلق بدن سے توڑ دیا جاتا ہے سرے سے تعلق نہیں ٹوٹتا بلکہ یہ تعلق بھی عام مرنے والے کا ٹوٹتا ہے۔ مومن کامل یا شہید کا یہ تعلق بھی قائم ہے اسی لئے فرمایا کہ اللہ کی راہ میں قتل ہونے والوں کو مردہ نہ کہو۔

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات۔ قتل کا فعل ہی بدن پر وارد ہوتا ہے مقتول ہی کے بدن کو ضرب پہنچتی ہے۔ کٹ پھٹ جاتا ہے گولا باری میں مرجاتا ہے آگ میں جل جاتا ہے۔ سمندر میں غرق ہو جاتا ہے۔ اللہ فرماتا ہے اسے مردہ نہ کہو یعنی روح کا وہ تعلق جو دنیوی حیات کے لیے بدن کے ساتھ تھا اس کے بدن کے ساتھ موجود رہتا ہے بل احیاء وہ زندہ ہے اس کا وہ تعلق نہیں توڑا گیا ہاں اس کی ضروریات کا رخ موڑ دیا گیا۔ وہ کیسے؟ زندہ ہے تو پھر کھاتا نہیں۔ پیتا نہیں۔ سوتا نہیں۔ جاگتا نہیں۔ گرمی سردی نہیں اس کی ساری ضروریات برزخ سے متعلق کر دی گئیں اور دنیا سے ان کا رخ موڑ دیا گیا ورنہ۔ **احیاء عند ربھم یرزقون** وہ کھاتے پیتے ہیں اپنے رب کے پاس ان کی ضروریات پوری کی جاتی ہیں سوتے جاگتے ہیں کھاتے پیتے ہیں پوری فنکشل لائف ہے ان کی۔

تو یہ اتنا بڑا پیوند لگا کر انسان کو اس دار دنیا میں اس لیے بھیجا گیا کہ اگر تو وہ اپنے مالک سے اپنا رابطہ استوار رکھتا ہے تو اس کے سارے کمالات اس کی خوبیاں ظاہر ہوں گی نہ صرف اس سے اسے خود سکون حاصل ہو گا ایک عالم ان کے سائے میں سکون کا سانس لے گا ایک جہان تک انصاف عدل اور آرام اور نعمتیں پہنچیں گی لیکن اگر وہ اپنے مالک سے رابطہ توڑ لیتا ہے تو پھر اس کا یہ پہلو کمزور پڑ جائے گا پھر اس کی خامیاں اسے ایک ایسا درندہ بنا دیں گی جس کی مثال روئے زمین پر نہیں ملتی۔ **ثم رددنٰہ اسفل**

سفلین۔ پھر اگر اس طرف سے ٹوٹتا ہے تو سب سے نیچے گر جاتا ہے درندہ بھی اگر چیر پھاڑ کرتا ہے تو بھوک سے بے قرار ہو کر۔ پیٹ بھرنے کے لیے۔ کوئی درندہ جس کا پیٹ بھرا ہوا ہو وہ کسی جانور کو نقصان نہیں پہنچاتا۔ محض شوق کے لیے شکار نہیں کرتا لیکن انسان جب اپنی خامیوں میں گھرتا ہے تو وہ اتنا خطرناک درندہ بنتا ہے اتنا ظالم اتنا تنگ دل مکروہ ہو جاتا ہے کہ شیطان بھی لرز اٹھتا ہے اس کے کردار کو دیکھ کر اور شیطان یہ بات کہے گا قرآن حکیم نے اس کی خبر دی ہے کہ جب انسان اپنے ان سب کرتوتوں کا الزام اس کے سر دھریں گے تو وہ اللہ کریم سے استدعا کرے گا کہ بار الہا مجھے انہیں تو جواب دینے دے ان سے مجھے بات کرنے کا موقع عطا فرما تو اجازت پا کر وہ لوگوں سے کہے گا **ولا تلوموني لوموا انفسکم** مجھے ملامت نہ کرو اپنے آپ پر لعنت برساؤ مجھے کیوں برا کہتے ہو تم جانتے تھے کہ میں اللہ کا نافرمان ہوں اور میں تمہارے ساتھ جھوٹ بول رہا ہوں تم ذرہ اپنی طرف دیکھو کہ تم نے اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات چھوڑ کر میری بات مانی اور پھر مجھے ملامت کرتے ہو تو اس ساری تگ و تاز میں انسان کی ایک کمزوری ہے۔ وہ کمزوری یہ ہے کہ

جب عناصر اربعہ یا وجود کے اجزاء ملتے ہیں ان پر روح کا پر تو پڑتا ہے تو ایک تو حیات ہوتی ہے روح کی ایک حیات حیوانی ہوتی ہے جو زندگی کی کیفیت ان تمام عناصر میں پیدا ہوتی ہے جو گوشت پوست خون ان رگ پٹھوں کو کام کرنے پہ لگا دیتی ہے اسے حیات حیوانی کہتے ہیں جس حیات حیوانی سے حیوانات سارے زندہ ہیں حیوانات میں عالم امر کی روح نہیں ہے ان کے پاس صرف حیات حیوانی ہے کہ اللہ کے حکم سے ان اجزاء سے جن سے ان کا وجود بنا ہے انہیں ایک صورت زندگی کی نصیب ہو گئی یہی وجہ ہے کہ پھر وہ ہمیشہ نہیں رہیں گے ختم ہو جائیں گے آخر تو انسان میں بھی ایک روح کے تعلق سے ایک زندگی کی کیفیت جو عناصر میں پیدا ہوتی ہے جسے حیات حیوانی کہتے ہیں اسی کو نفس بھی کہتے ہیں یہ نفس کیا ہوتا ہے یہ محض زندہ رہنے کی کیفیت ہوتی ہے اور اس کی نگاہ محض اپنی بقا اپنے مفادات اپنی لذات کے حصول تک محدود رہتی ہے تجلیات باری کو پانا یہ روح کا کام ہے عظمتوں کی طرف پرواز کرنا یہ روح کی پرواز ہے اللہ کے قرب کو تلاش کرنا یہ کام روح کا ہے لیکن وہ حیات حیوانی یا وہ نفس جو ہے وہ محض ان مادی اجزاء میں زندگی کی کیفیات کے اثر کا نام ہے اور اس کی ساری تگ و تاز اپنی ضروریات اپنے تحفظ اپنے آرام اپنے عیش اپنی خواہشات کی تکمیل تک ہوتی ہے یہ اتنی بڑی عجیب ہے کہ جیسے انسان میں زندگی آتی ہے اسی وقت وہ نفس اور اس نفس کی خواہشات آ جاتی ہیں کھانے پینے کو ایک معصوم بچہ پیدا ہوتے ہی لپکتا ہے یہ شعور اس میں یہی حیات حیوانی اور نفس پیدا کرتا ہے اب یہ عمر کے ساتھ ساتھ جب بڑھتا رہتا ہے پھر اعضا و جوارح میں قوت پیدا ہوتی ہے یہ خواہش بھی اتنی مضبوط ہوتی ہے کہ انسان چھینا جھپٹی ساری انہیں خواہشات کی تکمیل کے لیے کرتا ہے سارے ظلم ساری چوری ساری رشوت سارا گناہ سارے جرائم حصول لذات اور تکمیل خواہشات کے لیے کرتا ہے تو اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ انسان بے چارہ تو دست و پا بستہ اس سمندر میں پڑا ہے۔

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ ای
بازے گوئی کہ دامن ترمکن ہوشیار باش

کسی شاعر نے اسی کیفیت کی ترجمانی کرنے کی کوشش کی تھی بار الہا میرے تو ہاتھ پاؤں باندھ کر آپ نے ایک تختے پر ڈال کر مجھے سمندر کے درمیان پھینک دیا اور اب فرماتے ہیں کہ خبردار کپڑے بھی مت بھیگنے دینا کیسے ہو سکتا ہے۔

لیکن اللہ نے بے دست و پا کسی کو تختے پر نہیں پھینکا خواہشات کے سمندر میں اتنا بڑا بیڑا عطا فرمایا کہ جو دنیا اور زمین اور خشکی کی نسبت زیادہ مضبوط تر ہے خواہشات کے سمندر میں جو بیڑہ رب جلیل نے عطا فرمایا ہے وہ اتنا مضبوط ہے کہ زمین پر رہنے

کیا ہے؟ اس کام کے لیے علم کی ضرورت ہے اسی کو علم کہتے ہیں اب یہ علم صرف نماز روزے کا نہیں ہو گا نماز روزے کا علم بھی بنیادی ضرورت ہے ہماری لیکن اس کے ساتھ بڑی ضرورت ہے کہ زندگی کیسے گذارنی ہے روزی کیسے کمانی ہے حلال حرام کیا چیز ہے دوستی کن لوگوں سے کرنی ہے کن لوگوں سے دشمنی کرنی ہے دوستی کی حدود کیا ہیں اور دشمنی کے خدود خال کیا ہیں یہ سارا جاننا اس لیے کہ اس پر عمل کر کے اللہ کریم کی رضا حاصل کی جائے یہ سب سے بڑی عبادت ہے جو انسانی زندگی میں اسے نصیب ہوتی ہے۔ اور طالب علم جو ہیں اللہ کی وہ بہترین مخلوق ہیں کہ جن کے قدموں کے نیچے فرشتے پر رکھنا سعادت سمجھتے ہیں لیکن اگر ان کی نیت اللہ کے ساتھ خالص ہو۔ ان کی نیت حصول علم کی خالص ہو اور وہ اس غرض سے علم حاصل کر رہے ہوں کہ ہم علم حاصل کر کے بہترین مسلمان ثابت ہوں اور روئے زمین پر اللہ کے دین کا نام بلند کر سکیں۔ اگر یہاں شیطان کا داؤ چل جائے تو پھر وہ انسان کا یا طالب علم کا یا معلم کا یا علم سیکھنے سکھانے والوں کا رخ پلٹ دیتا ہے اور بجائے اللہ کی رضا مندی کے اپنی خواہشات کی تکمیل آ جاتی ہے دولت لوٹنے کا لالچ، کسی پر دھونس جمانے، حکومت کرنے، اقتدار میں آنے کا لالچ، اپنے آپ کو دوسروں پر مسلط کرنے کی غرض تو یہ چیزیں جو ہیں یہ پھر اسے زہر بنا دیتی ہیں اگرچہ وہ زہر نہیں لیکن جب اس میں ان چیزوں کی آمیزش ہوتی ہے تو پھر وہ زہر بن جاتا ہے اور کوئی بھی قوم زہر کھا کر سلامت نہیں رہتی کہ آپ دنیا کی ہر قوم کو اس وقت دیکھیں جتنے غیر مسلم اقوام ہیں ان میں کوئی ایک بندہ آپ کو سکون سے سانس لیتا ہوا نظر نہیں آئے گا۔ کروڑوں اربوں کی جو آبادی ہے وہ اربوں کے اربوں لوگ پریشان ہیں کوئی کسی پر بھروسہ نہیں کرتا کسی کی عزت و آبرو محفوظ نہیں ہے کسی کا معقول اور معتبر اور معزز روزگار نہیں ہے اور کسی کو سکون کا ایک سانس نصیب نہیں ہوتا بلکہ رات دن بھاگتے دوڑتے گذر جاتا ہے اور پھر بھی بے ابرو زندگی اور بے حیا زندگی گذارنا پڑتی ہے۔

اب رہ گئے مسلمان۔ مسلمان بھی دنیا میں دو سو کروڑ، دو ارب ہیں مسلمانوں نے اسلام کو سیکھنے کی بجائے، دینوی علوم کو اللہ کی رضا کا سبب بنانے کی بجائے یہ سمجھا کہ ہم ان کافروں جیسے ہو جائیں تو بڑی کامیابی ہے کچھ شیطان نے انہیں اس راستے پر لگایا۔ کافروں نے اس راستے کو سجا کر پیش کیا تو لوگوں کے نام تو رہ گئے مسلمان لیکن بنیادی طور پر یعنی علم سے بھی دور ہو گئے اور دین پر عمل کرنے سے بھی دور ہو گئے یہاں تک کہ کافروں اور مسلمانوں میں صرف نام کا فرق رہ گیا کردار ان کا بھی انہیں جیسا ہو گیا تو جب مسلمانوں نے کافروں کا کردار اپنا لیا تو یہ بھی شیطان کے رحم و کرم پر چلے گئے حفاظت الٰہیہ ان سے بھی اٹھ گئی۔ جب مسلمانوں میں للہیت تھی خلوص تھا آپ عہدی نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال نہ لیں وہ زمانہ تو نور "علی" نور تھا سب سے روشن سب سے منور سب سے بہترین زمانہ تھا آپ بہت نیچے چلے آئیں تو جہاں بھی جب کوئی دین دار حکمران دین دار معاشرہ بنانے کے لیے کوئی ایک بندہ بھی کھڑا ہو گیا آپ ہندوستان میں دیکھ لیں کس قدر گمراہی تھی اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ نے اس Subcontinent پر اسلام نافذ کیا فتاویٰ عالمگیری جو ان کا ملکی آئین تھا آج بھی موجود ہے اور اس کے زیر سایہ کفار کو بھی حقوق ملے آج جو کفار ان پہ Blame کرتے ہیں یہ بچ ہی اس لیے گئے تھے کہ انہوں نے کفار کو بھی زندہ رہنے کے حقوق دیئے تھے ورنہ جہاں کافروں کا غلبہ ہوا ہسپانیہ میں کفار کا غلبہ ہوا وہاں تو مسلمان کوئی نہیں بچا، اسی طرح ہزار سالہ حکمرانی کے دور میں کافروں کو بھی یہاں چن چن کر ذبح کیا جا سکتا تھا اگر مسلمان اللہ کے دین سے ہٹ جاتے تو لیکن انہوں نے دین پر عمل کیا۔ پھر ایک ایک بندے کو رب وہ قوت دے دیتا ہے کہ اسی ہندوستان میں اکبر نے دین الٰہی جاری کیا جو سراسر کفر تھا۔

اس میں بادشاہ کو سجدہ کیا جاتا تھا لیکن اللہ کے ایک بندے نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اتنی بڑی مغلیہ

سلطنت کے حکمران جہانگیر سے توبہ کرا کے چھوڑی پورا نظام سلطنت اور پورا وہ سسٹم تبدیل ہو گیا اللہ کے ایک بندے سے' نہ انکے پاس کوئی فوج تھی نہ لاؤ لشکر تھا نہ کوئی توپ و تفنگ تھی محض اللہ کی معیت ساتھ تھی تو جو بندہ اللہ کا ہو جاتا ہے اس کے پاس ظاہری اسباب نہ بھی ہوں تو وہ انقلاب برپا کر سکتا ہے۔ لیکن اگر ہم اللہ ہی کو چھوڑ دیں تو دنیاوی کمالات مسلمانوں کے پاس آج کم نہیں ہیں آج یہ نہیں کہ دنیا میں مسلمان سائنس دان نہیں ہیں یا مسلمان ڈاکٹر نہیں ہیں یا مسلمان انجینئرز نہیں ہیں یا مسلمانوں کے پاس سرمایہ کم ہے دنیا میں سب سے زیادہ سرمایہ مسلمانوں کے پاس ہے اس کے باوجود ہر جگہ مسلمان بحیثیت قوم رسوا کیوں ہیں انہوں نے مسلمان بننے کی بجائے اسلامی نام اپنا کر خود کو کافر بنانے پہ ساری محنت لگا رکھی ہے کافروں جیسے نظر آئیں۔ کافروں جیسا سوچیں کافروں جیسا کھائیں پیئں کافروں جیسی حرکات کریں اور اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کو سیکھنا چھوڑ دیا ہے جو ان کی رسوائی کا سبب بن گیا۔

اور یہ بھی یاد رکھیں جب تک یہ واپس اسی راستے پہ نہیں آئیں گے کبھی عزت نہیں پائیں گے ممکن ہی نہیں ہے جو ازم ان کا دل چاہے آزما لیں جہاں جی چاہے لڑائی کر کے دیکھ لیں۔ جب تک اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں واپس نہیں آتے عزت نہیں پا سکیں گے چونکہ یہ طے شدہ بات ہے۔

العزة للہ ولرسولہ وللمومنین۔ عزت اللہ کے لیے ہے اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے اور ان بندوں کے لیے ہے جو اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اطاعت گذار مومن ہیں۔

تو آپ لوگ خوش نصیب ہیں کہ آپ کو والدین تک کا تعاون بھی ملا اساتذہ کی محبت بھی ملی اور ایک ایسا Institution نصیب ہوا جو دینوی اعتبار سے بھی آپ کے ساتھ بہت زیادہ محنت کرتا ہے اور اس کے ساتھ آپ کو اللہ کا دین سکھاتا ہے آپ کو اس راستے پر لے کر جا رہا ہے جس راستے پر فرشتے پاؤں کے نیچے پر رکھتے ہیں لیکن یہ یاد رکھئے یہ اثرات آپ کی دیانت آپ کی امانت اور آپ کے خلوص سے مرتب ہوں گے جیسے میں نے پہلے عرض کیا کہ چیز کی مقدار بدل جائے تو زہر بن جاتی ہے اگر کسی ایک میں وہ خلوص نہ رہا تو اس کیلیے یہی سارا کچھ زہر بن جائے گا یہی سارا کچھ سدھرنے کے بجائے بگاڑ کا سبب بن جائے گا اور زندگی بار بار موقع نہیں دیا کرتی جو لوگ موقع کھوتے ہیں نا جو لوگ چانس مس کرتے ہیں وہ عموماً" رہ ہی جاتے ہیں چونکہ زندگی کا عجیب نظام ہے یہ بار بار موقعے نہیں دیتی اور موقعہ کھونے والوں کے لیے اور مصروفیات نکل آتی ہیں اور راستے نکل آتے ہیں وہ ادھر چل پڑتے ہیں پھر واپس اس جگہ پہنچنا ممکن نہیں رہتا وہ کسی نے خوب کہا تھا کہ

رفتن کہ خار از پا کشم محمل نہاں گشت از نظر
یک لحظ غافل چوں شدم صد سالہ را ہم دور شد

کہ میں پاؤں کا کانٹا نکالنے کے لیے بیٹھ گیا تو وہ محمل جس کے ہمراہ میں سفر کر رہا تھا وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا یعنی ایک لمحے کی غفلت نے مجھے ہزاروں برس کی دوری پہ پہنچا دیا وہ قافلہ وہ کارواں وہ راستہ وہ ہر چیز مجھ سے چھوٹ گئی اگرچہ ایک لمحے کے لیے میں غافل ہو گیا تو یہ جو غفلت ہے رب کریم نے اس سے بڑی سختی سے منع فرمایا' فرمایا

ولا تکن من الغفلین۔ کسی لمحے بھی اس بات کو مت بھولو کہ تم اللہ کے بندے ہو اور تمہیں اللہ کی رضا کی ضرورت ہے اس بات کو اگر بھولو گے تو شاید زندگی کے راستے ہی سے بھٹک جاؤ اور واپسی بہت مشکل ہو جاتی ہے بڑے ہی خوش قسمت لوگ ہوتے ہیں جو واپس آ جائیں ورنہ عموماً" واپسی بہت مشکل ہو جاتی ہے اللہ کریم ہمیں غفلت سے پناہ دے ہماری نیتوں ہمارے ارادوں میں خلوص پیدا کرے ہماری محنتوں کو قبول فرمائے اور اسے ہماری دنیا و آخرت کا سرمایہ بنائے۔

ہے اسے پانی چاہیے انگریزی والا پانی کا مختلف نام لیتا ہے فارسی والا مختلف لیتا ہے اردو والا مختلف لیتا ہے پشتو بولنے والا پانی کو مختلف نام سے پکارتا ہے اسے ان ناموں سے غرض نہیں ہے اسے اس حقیقت سے جسے پانی کہتے ہیں اس سے وہ بے نیاز نہیں ہو سکتا یہ اس کی ضرورت ہے۔ اصطلاحات اور ناموں سے تو ہم بے نیاز ہو سکتے ہیں لیکن جو کیفیات منتقل ہوئیں نبی علیہ السلام سے صحابہ کو صحابہ سے تابعین کو تابعین سے تبع تابعین کو اور پھر اہل اللہ سے ان کے طالبین کو ان کیفیات سے ہم فارغ نہیں ہو سکتے ان سے ہم بے نیاز نہیں ہو سکتے کیونکہ ان کے بغیر یقین کا وہ درجہ نصیب ہونا ممکن نہیں جو مطلوب ہے قرآن حکیم کا کہ قیامت کا استحصار ہو جائے وبالاخرۃ ھم یوقنون کا مزا تو یہ ہے کہ وہ بازار میں سودا خریدنے جائے بات دوکاندار سے کر رہا ہو لیکن اس کی نگاہ قیامت پر ہو کہ یہ جو چیز میں خرید رہا ہوں یا جو میں بیچ رہا ہوں اس کا اثر میدان حشر میں کیا ہو گا۔ وبالاخرۃ ھم یوقنون۔ کہتے ہوئے مزہ یہ ہے کہ وہ بازار میں بیٹھا بیچ رہا ہو وہ چیزیں اپنی قیمت وصول کر رہا ہے اور وہ دیکھ رہا ہو کہ جس انداز سے میں بیچ رہا ہوں یہ جو کچھ بیچ رہا ہوں اس کا آج اثر یہ ہے کہ مجھے پیسہ مل رہا ہے فردہ قیامت اس پر کیا اثر مرتب ہو گا کیا اللہ کریم کی رضا مندی کا سبب بنے گی یا ناراضگی کا۔ کسی سے دوستی دشمنی کرتے وقت۔ کسی کو حکومت و اقتدار مل جاتا ہے کسی منصب پہ فائز ہے عدالت کا جج بن جاتا ہے کہیں وہ طاقت ور ہے کسی کمزور کی مدد کرنا چاہتا ہے تو ہر کام میں وہ بالاخرۃ ھم یوقنون کا مفہوم یہ ہو گا کہ وہ کام کرتے وقت میدان حشر کا نقشہ اس کے سامنے ہو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے مسجد نبوی میں ایک صحابی حاضر ہوئے مسجد میں داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیال فرمایا کیف اصحبت۔ بھئی کس حال میں صبح کی تم نے جیسے ہم پوچھ لیتے ہیں سناؤ بھائی کیا حال ہے تو اس نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایمان کے ساتھ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو عجب بات کہتا ہے تیرے پاس کیا دلیل کہ تجھے اتنا یقین ہے کہ ایمان کے ساتھ تم نے صبح کی تو وہ وہیں رک گئے اور عرض کرنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں یہاں کھڑا ہوا دیکھ رہا ہوں کہ میدان حشر میں لوگ کس طرح اٹھیں گے میں یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھڑا ہوا دیکھ رہا ہوں کہ جن لوگوں نے اللہ کی اطاعت کی ہے انہیں کیسے انعامات مل رہے ہیں اور جنہوں نے اللہ سے دوری اختیار کی ہے ان پر کیسا غضب ہو رہا ہے میں یہاں بلکہ الفاظ ہیں حدیث شریف میں صحاح کی کتابوں میں موجود ہے کہ میں یہاں کھڑا ہوا دیکھ رہا ہوں کہ جنتی جنت میں داخل ہو رہے ہیں اور دوزخی دوزخ میں جا رہے ہیں یہ اس کیفیت کا نام ہے۔ وبالاخرۃ ھم یوقنون ۔ انہیں آخرت کا یقین حاصل ہے آخرت ان کے سامنے ہے وہ کام کرتے وقت بات کرتے وقت تعلقات بناتے وقت تعلقات توڑتے وقت کوشش کرتے وقت سوتے اور جاگتے وقت کھاتے اور پیتے وقت ان کے سامنے محض دنیاوی لذتیں نہیں ہیں۔

ہم جو چیز کھاتے ہیں ہم اس کے دو اثرات محسوس کرتے ہیں ایک فوری اس کا ٹیسٹ کیسا ہے ایک جو ذرہ بعد میں مرتب ہوتا ہے اس کے کھانے سے وجود پر صحت پر کیا اثر مرتب ہو گا۔ میں ذیابیطس کا مریض ہوں میں میٹھا کھانے سے فروٹ زیادہ میٹھا ہو تو اس سے بچنا چاہتا ہوں حالانکہ فروٹ کھانا یا میٹھا کھانا تو انسان کی خواہش ہوتی ہے فوری طور پر تو چینی مجھے بھی میٹھی ہی لگتی ہے فوری طور پر تو میٹھا مجھے بھی اچھا ہی لگتا ہے لیکن اس کا وہ اثر جو تھوڑی دیر بعد وجود پہ مرتب ہو گا۔ چونکہ مجھے نقصان دیتا ہے تو میٹھا نہیں کھاتا۔ بالاخرۃ ھم یوقنون کا بھی یہی حال ہے کہ اسے یقین ہوتا ہے کہ آج تو یہ چیز مجھے لذت دے رہی ہے لیکن اس کا وہ اثر جو میدان حشر میں ظاہر ہو گا۔ وہ میرے لئے بڑا تلخ ہو گا پھر وہ اسے چھوڑتا ہے اس سے باز آ جاتا ہے۔ مرور زمانہ نے حقیقتوں کو رسومات میں چھپا دیا ہے اسلام ایک بہت

بڑی حقیقت تھا آج چند رسومات کا پلندا ہمارے پاس ہے چند رسومات ہیں جنہیں ہم لوگ نبھاتے رہتے ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اسلام رسومات اور رواجات کا نام نہیں ہے اسلام ان حقائق کا نام ہے جو انسانی وجود اور اس کی روح پروار دہوتے ہیں ان کیفیات کا نام ہے جو انسانی مزاج اور ضمیر کو بدل دیتے ہیں اسلام اتنی بڑی حقیقت ہے کہ دنیا کے سارے حقائق انسانی وجود کو متاثر کرتے ہیں گرمی ہے سردی ہے آپ کسی کو گولی ماریں کسی کو آپ کاٹ دیں کسی کو آپ میٹھا کھلائیں کسی کو کڑوا کھلائیں وہ وجود تک اس کا اثر جاتا ہے اسلام وہ حقیقت ہے جو اللہ کی قوت سے دل کی اس گہرائی کو جہاں آرزوئیں جنم لیتی ہیں اس تک کو تبدیل کر دیتا ہے وہاں تک اس کا اثر اتر جاتا ہے اور قرآن حکیم نے اس کو اسی رنگ میں لیا فرمایا۔

صبغتہ اللہ ۔ یہ اللہ کا رنگ ہے صبغتہ اللہ اسلام ایک محض حکایت نہیں ہے محض قصہ کہانی نہیں ہے محض رسم نہیں ہے یہ رنگ ہے رب العلمین کا ومن احسن من اللہ صبغتہ اور اللہ سے خوبصورت رنگ کس کا ہو سکتا ہے اللہ سے زیادہ متاثر کرنے والا اللہ سے زیادہ رنگ میں رنگنے والا اللہ سے زیادہ حسین خوبصورت اور زیادہ کریم کس کا ہو سکتا ہے۔

تو یہ جو ساری کوشش ہو رہی ہے ذکر اذکار کی احباب کے ساتھ اجتماعات کی لطائف اور مراقبات کی۔ اس کا حاصل کیا ہے اور بندہ وہی ہوتا جو خواہش تو کر سکتا ہے حکم نہیں دے سکتا جو حکم دینے پر فائز ہو گیا وہ تو پھر خود خدا ہو گیا پھر وہ بندہ تو نہ رہا اگر کوئی اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جائے کہ جو میں چاہوں وہی ہو تو اس نے تو اللہ کی ہمسری کا دعویٰ کر دیا اور اللہ کا بندہ تو نہ رہا اس نے تو برابری کا دعویٰ کر دیا بندہ تو وہی ہے جو درخواست تو کر سکتا ہے لیکن ہو گا وہی جو مالک چاہے گا۔ تو ایسی کوئی بات نہیں ہوتی اس سے حاصل یہ ہوتا ہے کہ وہ جو بالاٰخرۃ ھم یوقنون ہے وہ کیفیت نصیب ہو جائے انوارات نظر آئیں اللہ کا احسان ہے جو ہر کسی کو نظر نہیں آتے لیکن نہ بھی آئیں تو دل میں یہ خوف پیدا ہو جائے کہ میں گناہ نہ کروں مقصد حاصل ہو جائے لیکن اگر کردار متاثر نہیں ہوتا ہمارے اعمال نہیں بدلتے ہمارے اخلاق صحیح نہیں ہوتے ہماری سوچ صحیح نہیں ہوتی اور ہمیں مختلف روشنیاں نظر آتی ہیں اس کے لیے جو لفظ ہے اسے استدراج کہتے ہیں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہمارا نفس مختلف روشنیاں ہمیں دکھائے یا شاید ہمارے سامنے کوئی روشنیوں کا فوارہ بنا دے تو جس عجیب کام کے ساتھ کردار سازی نہ ہو اسے استدراج کہتے ہیں وہ کافر کو بھی ہو سکتا ہے، بلکہ ہوتا ہی بدکاروں کو ہے لیکن وہ کیفیت جس کے ساتھ کردار تک کی تعمیر ہو اسے کرامت کہتے ہیں یہ جو لوگوں میں ایک عام سا تصور ہے نا کرامت کا کہ جی فلاں بزرگ نے فلاں سے کہا کہ "جی تیرے نصیب میں تو اولاد نہیں ہے" آپ کو کیسے پتہ ہے "میں نے روح محفوظ میں دیکھا ہے نہیں ہے" تو اس نے کہا کہ اگر لوح محفوظ میں ہوتی تو ہم آپ کے پاس کیوں آتے تو اس نے کہا اچھا بھئی چار پانچ چھ سات بچے ہو جائیں گے یہ کیا خرافات ہے کرامات بچے پیدا کرنا تو نہیں ہے ایک چیونٹی بھی اپنے پروگرام سے زائد اللہ کسی کے کہنے اور دباؤ میں آ کر پیدا نہیں کرتا اور ایک چیونٹی کی ٹانگ بھی کسی کے کہنے پر نہیں توڑتا بلکہ اس کا اپنا ایک نظام ہے اگر اس میں مخلوق کی مداخلت ہوتی تو یہ دنیا کب کی تباہ ہو چکی ہوتی۔ چل سکتی ہی نہیں تھی۔ نئی حکومت بن جاتی جیسے ہماری حکومت ہے جس میں ہر ایک کا مشورہ شامل ہے۔ جس طرح یہ حکومتیں چل رہی ہیں اسی طرح اللہ کی خدائی بھی چلتی جس میں ہر ایک کا مشورہ شامل ہوتا۔ وہ مشوروں سے بالاتر ہستی ہے اس نے کائنات بعد میں بنائی اور پیدا ہونے اور موت کے اوقات پہلے مقرر کر دیئے رزق پہلے تقسیم کر دیا عزت ذلت وہ اپنے انتظام کا وہ اپنے مقام کا وہ خود یکتا ہے وہ اس میں کسی کی مداخلت کی اجازت نہیں دیتا۔

کرامت یہ ہے نبی علیہ السلام کا معجزہ یہ ہے کہ اللہ سے

والے کو کسی بھی طوفان کسی بھی سیلاب میں بہہ کر خواہشات کے سمندر میں غرق ہونے کا خطرہ بہت زیادہ ہے جسے اس بیڑے پر پناہ مل جائے وہ اس سے زیادہ محفوظ و مامون ہو جاتا ہے وہ بیڑا ہے نبوت و رسالت کا۔ اسی نفس کے مقابلے میں اللہ کریم نے نبی اور رسول علیہم السلام مبعوث فرما کر انبیاء و رسل کو وہ تقویت وہ قوت وہ کیفیت عطا فرمائی کہ نبی علیہ السلام پر ایمان لانے والے کے دل میں وہ تجلی پیدا ہو جاتی ہے جو نفس کو خاموش کر کے یا نفس کی آواز کو دبا کر بلکہ نفس کو تبدیل کر دیتی ہے کہ وہ نری خواہشات کو تلاش نہ کرے بلکہ وہ اللہ کی یاد میں سکون پائے اور یہ نفس جو آمارہ ہوتا ہے وہ لوامہ اور اس سے ترقی کر کے مطمنہ بن جاتا ہے۔ اسی کیفیت کا اظہار یہاں ہو رہا ہے فرمایا۔

ذالک الکتب لا ریب فیہ This is the book یعنی بے شمار کتابیں ہیں ہر کتاب کے لیے آپ کہہ سکتے ہیں

This is a book

لیکن جب کتاب اللہ کی بات آتی ہے تو آپ کہیں گے

This is the book

یہ کتاب ہے باقی کتابیں برائے نام ہیں جسے کتاب کہا جا سکتا ہے وہ صرف یہ ایک ہے اور کیوں یہ ایک ہے اس لیے کہ اس کے کسی جملے کسی لفظ کسی خبر کسی اطلاع کسی میں رائی برابر شے کی گنجائش نہیں۔ باقی کتابیں ایک موضوع پر آپ چاہیں تو ساری زندگی آپ کتابیں پڑھتے رہیں کتابیں ختم نہیں ہوں گی لیکن ہر کتاب کی رائے اپنی ہو گی اور ہر کتاب کی رائے تبدیل ہو سکے گی۔ درست بھی ہو سکتی ہے غلط بھی ہو سکتی ہے یہ اکیلی کتاب دنیا اور آخرت کے سارے موضوعات کو ڈسکس کرتی ہے اسے کسی دوسری کتاب کسی دوسرے خلاصے کسی مدد کی ضرورت نہیں پڑتی گزشتہ زمانے کی بات کریں آپ حال کی بات کریں یا آئندہ آنے والے حالات کی بات کریں آپ انسان کی بات زندگی کی کریں زندگی سے بعد کی کریں یا زندگی سے پہلے کی کریں برزخ کی کریں آخرت کی کریں آپ کاروبار کرنا چاہیں آپ تجارت کی کریں یا آپ خرید و فروخت سے گذر کر سیاسیات میں چلے جائیں آپ اخلاقیات میں چلے جائیں آپ دستور حکمرانی صلح اور جنگ کے انداز پوچھیں آپ کوئی بات پوچھنا چاہیں دو جہانوں کے متعلق تو اس بات کا وہ جواب یہ کتاب دیتی ہے جس میں تبدیلی کی گنجائش ہے نہ شبہ کرنے کی کوئی گنجائش ہے۔ تو پھر اتنی بڑی کتاب کا فائدہ انسانیت کو کیا ہو گا۔

فرمایا ہر آدمی کے لیے یہ فائدہ مند نہیں ہے اس سے استفادہ کرنے کے لیے تقویٰ شرط ہے ھدی للمتقین۔ اس سے استفادہ کرنے کے لیے اس کا یہ فائدہ حاصل کرنے کے لیے تقویٰ شرط ہے اور تقویٰ کیا ہے تقوے کی بنیاد ہے ایمان باللہ پر۔ الذین یومنون بالغیب۔ جو اللہ کی عظمت پر بن دیکھے یقین کر لیتے ہیں جو نبی علیہ السلام پر اس درجہ اعتماد کرتے ہیں کہ جن حقائق کی اللہ کے نبی علیہ السلام نے خبر دی ہے ان حقائق کو بلا چون و چراں تسلیم کر لیتے ہیں۔ فرشتے ہم نے نہیں دیکھے برزخ ہمارے سامنے نہیں ہے جنت و دوزخ دیکھنے ہم نہیں گئے حساب و کتاب کا ہمیں کوئی پتہ نہیں عالم امر کو ہم نے نہیں دیکھا اور یہ ساری خبریں کہاں سے پہنچیں از خود سب سے بڑا غائب وجود باری ہے جسے کوئی نگاہ دنیا میں دیکھ ہی نہیں سکتی تو ان سب حقیقتوں کو محض نبی علیہ السلام کی خبر پر بغیر اپنے وسائل کے جاننے کے ہمارا کیا وسیلہ ہے ان سب باتوں کے جاننے کا صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسیلہ ہیں ہمارے حواس ہمارے اپنے ذرائع ہمارا اپنا علم ہماری اپنی نگاہ ہمارا شعور کوئی بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکتا تو اگر ہم ایمان لاتے ہیں تو اللہ کریم فرماتا ہے ایمان محض دعویٰ نہیں ہے ایمان کی پھر کیفیت ہے ایمان کا ثبوت کیا ہے۔

یقیمون الصلوۃ ۔ اللہ کی عظمت کے سامنے سرنیاز خم کر دیتے ہیں اور اس کی عبادت کرتے ہیں اور ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ مما رزقنھم جو نعمت ہم نے انہیں دی ہے وہ طاقت ہے وہ اقتدار ہے وہ علم ہے وہ جوانی ہے وہ نگاہ ہے وہ عقل ہے وہ شعور

ہے وہ زبان ہے ھم ینفقون اس کو استعمال تو ضرور کرتے ہیں لیکن میری رضا مندی کے ساتھ۔ ان اوصاف کو اپنی ذاتی مال سمجھ کر اپنی خواہشات کی تکمیل ہی پہ صرف نہیں کرتے بلکہ اپنی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے میری دی ہوئی نعمتوں کو میرے حکم کے مطابق خرچ کرتے ہیں اور ایسے لوگ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو نازل ہوا ایمان لاتے ہیں جو احکام الٰہی جو کلام الٰہی جو نبی جو رسول علیہم السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے مبعوث ہوئے ان کو مانتے ہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے۔

وبالاخرۃ ھم یوقنون۔ انہیں قیامت کا یقین ہوتا ہے بھئی ایمان بالغیب میں تو قیامت بھی آگئی فرشتے بھی آگئے حشرو نشر کتاب و حساب بھی آگیا عذاب و ثواب بھی آگیا تو پھر قیامت کا الگ سے تذکرہ کیوں اس لیے کہ قیامت کا یقین انسانی کردار کو متاثر کرتا ہے جسے قیامت پر یقین حاصل ہو جائے اس سے غلطی تو ہو سکتی ہے گناہ اس سے بھی ہو سکتا ہے لیکن اسے گناہ میں لذت نہیں ملتی اسے گناہ سے دکھ ملتا ہے کہ مجھے کل اللہ کے حضور کھڑا ہو کر جواب دینا ہے میں کیا جواب دوں گا اور جو شخص گناہ سے لذت حاصل کرتا ہے سوائے اس بے یقینی کے مجھے کوئی پوچھنے والا نہیں اسے لذت نہیں آتی۔ آپ چوروں اور ڈاکوؤں کو دیکھیں وہ جب کسی ایسے بے بس بے کس غریب کو لوٹتے ہیں جس کی کوئی فریاد سننے والا نہیں تو بے فکر ہو کر کھاتے ہیں لیکن جب کسی ایسے با اثر آدمی پہ ہاتھ ڈالتے ہیں جس کا انہیں ڈر ہوتا ہے کہ اس کے کہنے پہ پولیس بھی حرکت میں آئے گی اس کا اثر و رسوخ بھی ہے اس کے کہنے پر کوئی ہمارے ساتھ لڑنے پہ بھی آجائے تو چوری کر بھی لیں تو اس کا مال وہ اطمینان سے کھا نہیں سکتے انہیں سکون سے راتوں کو نیند نہیں آتی۔

قیامت کا یقین بھی یہ احساس پیدا کر دیتا ہے کہ بہت بڑی ہستی کی نافرمانی کی ہے میں نے تو میں کہاں چھپ سکوں گا پھر اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اللہ کریم فرماتے ہیں۔ لم یصروا علی مافعلوا ۔ اس پر اصرار نہیں کرتے گناہ پر پھر گناہ سے توبہ کی طرف آتے ہیں گناہ میں اس شخص کے لیے جس کو قیامت پر یقین ہو جائے گناہ میں لذت باقی نہیں رہتی یہ ہے وہ فلاسفی جو اسلام نے انسان اور انسانیت' زندگی اور موت اور انانی کردار کے بارے عطا فرمائی اور اسے قران حکیم اپنی ابتدائی اور پہلی آیات میں زیر بحث لاتا ہے۔ اب اس ساری فلاسفی میں فٹنگ ہونے کے لیے ان سب کو اپنا حال بنانے کے لیے اس سب کیفیت کو اپنانے کے لیے ہمارے پاس صرف ایک ذریعہ ہے اور وہ ہے اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف احکام ہی نہیں دیے کتاب ہی نہیں دی بلکہ اس کے ساتھ کیفیات بھی دیں۔

اور کیفیات بعثت رسالت کے ساتھ ہی کامل و مکمل طور پر منعکس ہونا شروع ہو گئیں اگرچہ کتاب تیئس برسوں میں مکمل ہوئی احکام تیئس برسوں میں مکمل ہوئے لیکن جو کیفیات قلوب انسانی کو ملیں وہ اس دن بھی جس دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا اگر اسی دن کوئی ایمان لے آیا اسی دن وہ ساری کیفیت اسے منتقل ہو گئی اور وہ درجہ صحابیت پہ فائز ہو گیا نمازیں بعد میں فرض ہوئیں روزے بعد میں فرض ہوئے جہاد کے احکام بعد میں آئے لیکن نماز و روزہ اور جہاد سے مستفید ہونے کے لیے شرط وہی کیفیت تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات سے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ اطہر سے نور ایمان سے مستفید ہونے والے قلوب کو اور سینوں کو نصیب ہوئی وہ کیفیت بنیاد بنتی ہے قیامت پر یقین کی وہ کیفیت بنیاد بنتی ہے ایمان بالغیب کی وہ کیفیت بنیاد بنتی ہے اللہ کی بندگی کرنے کا جذبہ پیدا کرنے کی وہ کیفیت بنیاد بنتی ہے اللہ پر بھروسہ کرنے کی۔ یہ سارے سلاسل تصوف جو ہیں جن پر بڑی تنقید کی جاتی ہے کہ تصوف لفظ بعد کا ہے کوئی کچھ کہتا ہے آپ الفاظ کو چھوڑ دیں صطلاحات سے اور حقیقت زبانوں سے نہیں بدلتی ایک آدمی پیاسا

دور گئی ہوئی اور بچھڑی ہوئی مخلوق کو واصل باللہ کر دے تمام معجزات کا حاصل یہ ہے کہ اللہ سے بچھڑی ہوئی مخلوق اور گمراہ اور گم کردہ راہ مخلوق کو اللہ کے دروازے پہ کھڑا کر دینا یہ کمال ہوتا ہے نبی علیہ السلام کا اور سب کرامتوں کا حاصل یہ ہے کہ گناہوں میں ڈوبے ہوئے انسانوں کو اور کفر کی دلدل میں غرق اور تاریکیوں میں گم انسانوں کو پکڑ کر توحید باری کی روشنی اور اطاعت الٰہی کے نور کے سائے میں لایا جائے اور کرامت کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ جب دوسرے کو نہیں لا سکتے تو اپنے وجود کو تو لائیں اور اگر اپنے آپ کو اطاعت الٰہی کے زمرے میں نہیں لا سکتا اخلاق درست نہیں ہوتے ہمارا کردار درست نہیں ہوتا ہماری سوچ مثبت نہیں ہوتی ہمارے عمل سے قیامت کا یقین ٹپکتا نہیں ہے تو پھر ہمیں اور زیادہ محنت کرنا ہو گی ہمیں یہ دیکھنا ہو گا کہ ایسا کیوں نہیں ہوتا۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے تو ایک صحابی حاضر ہوئے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے بھائی کے پیٹ میں درد ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے شہد کھلاؤ وہ کچھ دیر بعد پھر حاضر ہوا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے شہد تو کھلایا تھا لیکن میرے بھائی کے پیٹ کا درد نہیں گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے شہد کھلاؤ وہ پھر گیا شہد کھلایا پھر آیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے بھائی کے پیٹ کا درد ٹھیک نہیں ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری بار بھی حکم دیا اسے شہد کھلاؤ اس نے تیسری بار بھی کھلایا پھر واپس آیا تو کہنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھیک ہو گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علاج تو ٹھیک تھا جو میں نے کہہ دیا لیکن مرض اور دوائی کی جو نوعیت اور کیفیت جو تھی طاقت اس میں فرق تھا جب تک دوا مرض پر غالب نہ آتی دوائی کی جو مقدار مرض کی جو قوت ہے اس سے زیادہ نہ ہو جاتی جتنا اثر مرض پیدا کر رہا ہے دوائی اس سے زیادہ اثر پیدا نہ کرتی تو وہ کیسے مرض مغلوب ہوتا تو تم ایک چمچ کھلا کر بھاگ پڑتے کہ میں نے شہد کھلایا ہے۔

ذکر الٰہی سے بڑا کوئی شہد نہیں ہے کوئی بڑا علاج نہیں ہے اخلاقیات کا ایمانیات کا کردار سازی کا اس سے بڑی کوئی دوا نہیں حتمی دوا ہے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ اللہ کریم نے اعلان کر دیا کہ کھلے کانوں سن لو قلوب کے قرار کا صرف اور صرف جو ہے ذریعہ وہ میرا ذکر ہے اب اگر ہم ذکر بھی کرتے ہیں اس پہ محنت بھی کرتے ہیں تو ہمارا کردار درست نہیں ہوتا تو اس کا مطلب صرف ایک ہو گا کہ بیماری میں طاقت زیادہ ہے اور جو شہد ہم کھا رہے ہیں وہ کم ہے تو پھر اسے اور بڑھاؤ اور بڑھاؤ اور بڑھاؤ اتنا زیادہ کرو کہ شہد ہی شہد بن جائے مرض کا نام نہ رہے یہی مقصد ہے ارشاد باری کا۔

واذکر اسمہ ربک و تبتل الیہ تبتیلا۔ مجسم ذکر بن جائو ذکر کے بغیر کچھ بچے ہی نہیں تبتل کیا ہوتا ہے کہ دل و دماغ میں سوائے اللہ ھو کے کچھ نہ باقی رہے انقطاع ہو جائے ساری مخلوق سے اور صرف خالق سے رابطہ رہ جائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کا ذکر اتنا کرو حتی یقولو انہ المجنون لوگ کہہ اٹھیں اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے پاگل ہو گیا ہے۔ تو مرض چونکہ انسانی حیات کے ساتھ پیدا ہو جاتا ہے حیات حیوانی روح کا تعلق پیدا ہوتے ہی اجزائے وجود میں پیدا ہو جاتی ہے یہ تریاق نصیب ہوتا ہے خوش بختوں کو پیدا ہوتے ہی جو مسلمان گھروں میں پیدا ہوتے ہیں اور دوسروں کو بڑی دیر بعد مسلمانوں کو بھی ہوش بلوغت کے بعد آتی ہے پھر وہ مرض تو بدستور ہم اس کی آب یاری بھی کرتے رہتے ہیں اور اس تریاق کے لیے ہم کوشش بھی ترک کر دیتے ہیں نمازیں چھوٹ جاتی ہیں رزق حلال چھوٹ جاتا ہے جھوٹ وتیرہ بن جاتا ہے تو کتنی کمی پیدا ہوتی چلی جاتی ہے علاج میں اور کتنا Inbalnnce ہو جاتا ہے مرض کی اور دوا کی طاقت میں کتنا فرق آ جاتا ہے۔ اس ساری کمی کو پورا کرنے کے لیے وہ کیفیت اور وہ تعلق چاہیے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نصیب ہوتا ہے۔

میں نے جب یہ حدیث شریف پڑھی تھی کہ اللہ کریم عیسیٰ علیہ السلام کو نازل فرمائیں گے تو میرے دل میں ایک سوال پیدا ہوا تھا جو میں نے کبھی کسی سے نہیں پوچھا سوال یہ تھا کہ اگر نبی علیہ السلام کی ضرورت باقی تھی تو ختم نبوت کی کیا ضرورت تھی اللہ کریم اور نبی علیہ السلام پیدا کر سکتا تھا یا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی اگر بعد میں پیدا کرنا مقصود تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے دو چار نبی علیہم السلام بھیج سکتا تھا اور اگر نبی علیہ السلام کی ضرورت نہیں تھی ختم نبوت اللہ نے کر دیا تو پھر عیسیٰ علیہ السلام کو دوبارہ نازل کرنے کی کیا ضرورت تھی اور اگر نبی علیہ السلام کی ضرورت تھی تو پھر نیا نبی علیہ السلام پیدا کرنے میں اللہ کو کیا روکاوٹ ہوئی وہ تو قادر ہے لیکن میں نے ڈرتے ہوئے کسی سے نہیں پوچھا میں جس سے سوال کروں گا وہ مجھے سوائے بے ایمان کہنے کے کوئی جواب نہیں دے گا یہی کہے گا کہ تیرا اس پر ایمان نہیں ہے تو شبہ کرتا ہے یا تو اعتراض کرتا ہے حالات نے وقت نے اس کا جواب دیا زندگی بھر کے تجربوں نے یہ بتایا کہ اب وہ وقت ہے کہ تبلیغ و وعظ لٹریچر بے اثر ہو چکے ہیں انسانی مزاجوں میں تبدیلی نہیں آتی صرف ایک قوت اور وہ قوت یہ جو نسبت کی قوت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اگر قلوب میں روشنی پیدا ہو لطائف ذاکر ہو جائیں بدن میں نور پیدا ہو تو انسان کسی حد تک گناہ سے واپس آ جاتا ہے نیکی کی طرف سفر شروع کر دیتا ہے آج وہ دور ہے کہ کسی ولی کی صحبت نصیب نہ ہو تو نرے عالم کے وعظ سے انسان کی صحبت پہ کوئی فرق نہیں پڑتا کتنے وعظ روزانہ ہوتے ہیں کتنے جلسے روز ہوتے ہیں کتنی نشرو اشاعت ہوتی ہے دینی امور کی اخباروں میں رسالوں میں دینی رسالوں میں تو اس کا کیا اثر ہے کوئی اثر نہیں ہے کوئی ایک انسان اس سے تبدیل نہیں ہوتا لیکن جسے ذکر الٰہی نصیب ہو جائے اسے دوسرا پارسا مانے نہ مانے وہ خود کو دیکھ رہا ہوتا ہے کہ اگر میں دن میں ہزار گناہ [illegible] کہہ لیکن اس کی لسٹ

میں سو کی کمی آ گئی ہے۔ تو میں نے سمجھا کہ ایک وقت ایسا آئے گا جب انسانی مزاج اتنے مسخ ہو جائیں گے کہ یہ کیفیت بھی کام چھوڑ دے گی پھر توجہ دینے کے لیے نبی علیہ السلام کی ضرورت ہو گی ولی کی توجہ سے بھی لوگ نہیں سدھریں گے تو چونکہ نبوت اپنے کمال کو پہنچی۔ اللہ کی آخری کتاب نازل ہو گئی تو محض لوگوں پر شفقت کرتے ہوئے اللہ نے پہلے نبیوں میں سے ایک نبی علیہ السلام کو باقی رکھ لیا کہ میں اپنے بندوں کو وہاں بھی چھوڑ نہ دوں یعنی بندے چھوڑ دیں یہ ان کی پسند لیکن اس نے لوگوں کو محروم نہیں رکھا کتنا کریم ہے کہ اس حال میں بھی اس نے سابقہ انبیاء علیہم السلام میں سے ایک نبی علیہ السلام کو باقی رکھ لیا کہ اسی دین اسی کیفیت کو جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تقسیم ہوتی ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ اطہر سے لے کر آگے پہنچانے کا لنک جو ہے وہ ولی کی بجائے نبی علیہ السلام بن جائے تاکہ بہت طاقت سے روشنی پہنچے کوئی تو بچ سکے۔ تو اب وہ دور ہے جس میں سے ہم گذر رہے ہیں اور یہ میرے کہنے کی بات نہیں یہ آپ کے مشاہدے کی اور انسان کے تجربے کی بات ہے آپ دیکھ لیجئے اپنے ارد گرد وعظ سے باتوں سے نصیحت سے کچھ نہیں بدل رہا لیکن کسی کو اللہ اللہ نصیب ہو جائے تو وہ بدلنا شروع ہو جاتا ہے۔

تو آج کے اس سارے بیان کا حاصل یہ ہے کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ خود کو جانچتے رہیے کہ ذکر کرنے سے میرے یقین میں کتنی قوت آئی ہے اور میرے کردار میں کتنی تبدیلی آئی ہے اور کتنی کمی ہے اور کتنی مزید دوا چاہیے کتنا مزید ذکر چاہیے کتنی مزید محنت چاہیے ایک بات۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ دوا سب بیماروں کے لیے ہے صرف میرے اور آپ کے لیے نہیں اپنے ارد گرد پھیلے ہوئے انسانوں کو محض طعنے نہ دیں محض ان پر فتوے نہ لگائیں محض انہیں بھلا برا نہ کہیں جسے آپ جتنا برا سمجھتے ہیں اس تک یہ دوا پہنچانا اتنا زیادہ ضروری ہے اسے برا نہ کہیں وہ بیمار ہے وہ مریض

ہے آپ کے پاس ایک دوا ہے ایک نسخہ ہے اور دوسرا مریض ہے تو مریض گالیوں سے فتوے سے کافر کہنے سے تو صحت مند نہیں ہو جائے گا آپ ایک مریض کو اس مرض کے طعنے دینا شروع کر دیں تو اس کا مرض چلا تو نہیں جائے گا۔ آپ اسے دوائی دیں آپ اسے بھی اللہ اللہ سکھائیں آپ اسے بھی اللہ کے ذکر کی دعوت دیں اسے ذکر پر لگائیں۔ یہ میرے اور آپ کے ہم سب کے فرائض میں ہے صرف ایک میرے نہیں۔ یہاں کوئی پیری مریدی نہیں ہے کوئی شرینیاں جمع کرنے کا نہیں ہے کوئی گیارہویں کا عرس نہیں ہوتا کوئی کچھ بھی نہیں یہاں تو سادہ سادہ سی بات ہے کہ وہ کیفیات وہ عشق وہ لذت وہ دیوانگی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بانٹی تھی اس کا کوئی ذرہ نصیب ہو جائے اور اگر کوئی ذرہ آپ کو ملے تو وہ سارے انسانوں کا حق ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساری انسانیت کے لیے نبی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ تو دوسروں تک پہنچایئے۔

اس دوائی کا بڑا عجیب ایک اثر ہوتا ہے میں دیکھ رہا تھا ایک حدیث شریف غالباً" مشکوۃ میں اس کا ذکر ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام گذر رہے تھے تو کسی قبر کے پاس سے گذرے تو آپ علیہ السلام نے صاحب قبر کا حال دیکھا تو وہ عذاب میں مبتلا ہے گذر گئے آپ علیہ السلام آپ علیہ السلام کا کیا تعلق تھا پھر کہیں وہاں سے آپ علیہ السلام کا گزر ہوا تو وہ بات ذہن میں ہو گی کہ یہ تو صاحب قبر عذاب میں تھا آپ علیہ السلام نے خیال کیا تو وہ نجات میں تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں آپ علیہ السلام رک گئے آپ علیہ السلام نے دعا کی بار الہا قبر میں تو یہ عمل کرنے سے رہا تو جب میں نے اگلی دفعہ دیکھا تو گرفتار بلا تھا اور آج دیکھا تو موج کر رہا ہے تو اس کا کیا سبب بنا تو ارشاد ہوا کہ اے میرے نبی علیہ السلام اس کا چھوٹا سا بچہ رہ گیا تھا اور وہ آپ علیہ السلام کے گذرنے کے بعد وہ مدرسے میں آگیا اس نے استاد سے پڑھا بسم اللہ الرحمن الرحیم ○ تو غالباً بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے فضائل میں بھی یہ روایت ہے مجھے صحیح یاد نہیں ایک عرصہ ہوا دیکھے واقعہ مجھے یاد ہے تو اللہ کریم نے ارشاد فرمایا وہ تو تلی توتلی زبان میں رحمٰن و رحیم کہہ رہا تھا تو مجھے حیا آئی کہ اسے معاف کر دوں بیٹا تو اس کا ہے یہ ایک ایسا عمل جو اس کے شعور میں بھی نہیں تھا اس کے اثر سے وہ اللہ کی بخشش کا مستحق ہو گیا ہو سکتا ہے ہمارا مرض اتنا شدید ہو کہ رات دن کا ذکر بھی ہمیں افاقہ نہ دے سکے لیکن شاید ہم کسی دوسرے کو بتائیں اسے فائدہ ہو تو اللہ اس کے طفیل ہمیں بھی کر دے یہ تو اپنے اپنے مرض کے نوعیت کی بات ہے ممکن ہے ہمارا مرض زیادہ شدید ہو ہم رات دن محنت کرتے رہیں تو وہ اثر مرتب نہ ہو شاید دوسرے کو ایک بار ذکر کرنے سے زیادہ فائدہ ہو یا ہم اسے بتانے کا سبب بن کر نجات کو پالیں اللہ کی رضا مندی کو پالیں چونکہ یہاں حاصل جو ہے یا مقصد جو ہے رضائے الٰہی کو پانا ہے نہ کوئی روسٹ کرنا ہے نہ کوئی حلوہ کھانا ہے نہ کوئی چندہ جمع کرنا ہے نہ کسی سے کوئی لینا دینا ہے بلکہ ساری کوشش صرف ایک بات پر ہے کہ مسلمان پھر سے اللہ کی رضا مندی کا اور اس کی رحمت و بخشش کا مرکز بن جائے اور نوع انسانی کے لیے مسلمان پھر سے ابر رحمت ثابت ہو اور پھر سے ایک گھنا سایہ بن کر عالم اسلام انسانیت پر ثابت کرے کہ انسانیت کی ضرورت دین اسلام ہے۔

یہ جو کچھ آگ ہمارے گرد جل رہی ہے جس میں ہم جل رہے ہیں ہمارے گھر جل رہے ہیں ہماری عزتیں جل رہی ہیں ہمارے بچے جل رہے ہیں شہر اجڑ رہے ہیں قتل و غارت گری ہو رہی ہے اس سب کا علاج سیاسی تبدیلیاں نہیں ہے یہ غلط ہے جو کہتے ہیں کہ فلاں حکمران کو بدل دو تو آرام آ جائے گا فلاں پارٹی کو حکومت دیجئے دو قومی حکومت بنا دو کچھ بھی کر لو آرام تب ہی آئے گا جب دلوں میں نور اسلام پہنچے گا۔ صرف اکیلا علاج ہے ساری مصیبتوں کا سارے دکھوں کا اکیلا علاج ہے آپ تجربہ کرنا

باقی ص۲۷ پر

مُسلمان

مولانا محمد اکرم اعوان

رب جلیل نے ان احکام کی بنیاد ارشاد فرمائی ہے جو شریعت نے انسانی زندگی میں اختیار کرنے کا حکم دیا ہے ان کی بنیاد یہ ہے کہ ان اللہ یامر بالعدل ۔ اللہ کریم عدل کا حکم دیتے ہیں عدل کے مقابل ظلم ہوتا ہے اور ظلم عربی میں ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو اپنی جگہ سے ہٹائی جائے صحیح جگہ سے ہٹا دی جائے وضع الشیئی فی غیر محلہ کسی چیز کو ایسی جگہ رکھا جائے جو اس کا مقام نہ ہو اس عمل کو ظلم کہتے ہیں کسی بھی شعبے میں، عقیدے میں ہو عمل میں ہو، تعلق میں ہو، خرید و فروخت میں ہو یا دوستی دشمنی میں ہو وہ طریقہ جو صحیح ہے جب چھوڑ دیا جائے تو وہ ظلم کہلائے گا اور ظلم کے مقابل عدل ہوتا ہے عدل کا معنی ہوتا ہے کہ ہر کام کو اس طریقے سے کیا جائے جو اس کے کرنے کا صحیح انداز ہے اب جو ایجادات انسان نے خود کی ہیں مثلاً انسان نے موٹر ایجاد کی ہے تو موٹر کو چلانے کا، ڈرائیو کرنے کا، اس نے ایک قاعدہ اور ضابطہ بھی مقرر کیا ہے اس کے مختلف کل پرزے بنائے ہیں اس کا ایک کنٹرول سسٹم ہے اسے سپیڈ اپ کرنے کے پرزے ہیں اس کے گیئر تبدیل کرنے کا فنکشن ہے اس کے بریک کا ایک سلسلہ ہے تو اب اگر بندہ چاہے کہ سٹیرنگ کا کام بریک سے لیں اور بریک کا کام ایکسیلیٹر سے لیں تو اس میں موٹر تو نہیں چلے گی وہ موٹر تو گرے گی، تباہ ہو گی ٹکرائے گی اس گاڑی کو صحیح چلانے کے لیے یا اس گاڑی سے آرام حاصل کرنے کے لیے یا صحیح منزل پر پہنچنے کے لیے بنیادی طور پر جو طریقہ اسے چلانے کا بنایا گیا ہے اس طرح چلانا پڑے گا ایک معمولی سا بجلی کا پنکھا لگا ہوا ہے اس کے چلنے کا ایک سلیقہ ہے وہ طریقہ بدل دو تو یہ ہوا نہیں دے گا خرابی پیدا کرے گا کوئی بھی چیز جو انسان نے ایجاد کی ہے اس کا ایک طریقہ ہے طریقے سے ہٹ کر اسے استعمال کرو تو وہ یہ کہ صرف استعمال نہیں ہوتی نقصان بھی دیتی ہے۔ تو رب العلمین نے یہ اتنی وسیع کائنات بنائی ہے دین یا اسلام یا قرآن ہے جو اس کو استعمال کرنے کا صحیح طریقہ بتاتی ہے وہ طریقہ جسے ہم اسلام کہتے ہیں وہ طریقہ جسے ہم دین کہتے ہیں وہ کتاب جسے ہم قرآن کہتے ہیں اگر اس کے مطابق اسے استعمال کیا جائے تو یہ ہے عدل چونکہ وہ اس کا صحیح طریقہ ہے جہاں جہاں اس سے ہم ہٹیں گے تو یہ ظلم ہو گا اور ظلم جو ہے اس کے نتائج ہمیشہ تکلیف دہ ہوتے ہیں مضر ہوتے ہیں اس سے فساد پیدا ہوتا ہے۔

عدل کے ساتھ ایک صفت اور رکھی ہے رب کریم نے ان اللہ یامر بالعدل و الاحسان ۔ نرا عدل ہی نہ ہو نرا ضابطے کی کارروائی ہی نہ ہو بلکہ اس کے ساتھ خلوص دل بھی ہو جو کام کیا جائے اس کے ساتھ بندے کا اخلاق اور اس کے دلی جذبات بھی ہوں یعنی محض ضابطے کی کارروائی سمجھ کر تو وہ سارا کام نہ کر

دیا جائے بلکہ اس کے ساتھ بندے کا خلوص اس کی محبت کام کرنے کا ایک جذبہ چونکہ احسان کی جو تعریف حدیث شریف میں ہے وہ یہ ہے کہ

ان تعبد اللہ کانک ترا ۔ احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت یا اللہ کی اطاعت ایسے کرے جیسے تو اللہ کو اپنے رو برو دیکھ رہا ہے۔ اتنا قرب الہٰی تجھے نصیب ہو جائے' اتنا یقین ہو جائے تجھے ذات باری پر کہ تو اللہ کو رو برو دیکھ رہا ہو فان لم تکن تراہ۔ اگر تم میں یہ جذبہ پیدا نہیں ہو سکتا فانہ یراک ۔ تو کم تر درجہ احسان کا یہ ہے کہ تجھے ہر وقت احساس رہے کہ میرا رب مجھے دیکھ رہا ہے اگر یہ بھی نہیں رہا تو پھر احسان نہیں رہے گا۔ تو فرمایا اللہ کریم یہ حکم دیتے ہیں کہ ہر کام کو اس کے صحیح اندازے اور صحیح طریقے کے مطابق کرو اور خلوص کے ساتھ کرو محض ضابطے کی کارروائی کے ساتھ نہیں بلکہ دلی جذبات کے ساتھ اللہ کی رضا کے ساتھ اللہ کو رو برو سمجھتے ہوئے کرو۔

وایتای ذی القربی اور انسانی رشتوں کا احترام کرو اللہ نے انسانیت سے جب تمہیں نوازا ہے اور انسانی رشتوں کی پہچان دی ہے تو والدین کا احترام بہن بھائیوں سے محبت دوستوں کی دوستی کا احترام جہاں کسی کے حقوق کی بات آتی ہے وہاں اپنی ذمہ داری پوری کرنے کا احترام تو جو جو کسی کا حق بنتا ہے رشتے کے اعتبار سے ان سب کا ایک لحاظ اور ایک احترام کرو آپ اندازہ کریں کہ معاشرے میں اگر صرف رشتوں ہی میں احترام آ جائے تو کتنی محبت پھیل جائے گی اور اللہ کریم نے منع کیا ہے۔

وینھی عن الفحشاء۔ ان کاموں سے منع کیا ہے جو نامناسب ہوں فحش کام وہ ہوتا ہے جسے ہم اون OWN کرنے سے بھی گھبراتے ہیں یا لوگوں کے سامنے جو بات منہ سے نہیں نکال سکتے یا لوگوں کے سامنے جو کام نہیں کر سکتے چوری ہے یا کوئی بھی ایسا غیر اخلاقی کام تو وہ فحش ہو گا فحش ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ ہم اسے بندوں میں بیٹھ کر قبول نہیں کرتے کہ میں نے ایسا کیا ہے یا بندوں کے سامنے کر نہیں سکتے تو فرمایا وہ کام کرو ہی مت ایسا کام جس پر بعد میں شرمندگی اٹھانی پڑے۔

والبغی۔ اور اللہ نے اپنے احکام سے سرکشی کرنے سے منع کیا ہے کہ تم میں اتنی جرات نہیں ہے کہ تم اللہ کے احکام سے سرکشی کر کے آرام سے رہ سکو۔ یعضکم۔ اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے یہ تمہارے بھلے کی باتیں ہیں اگر تم عدل نہیں کرو گے تو اسے اس کی قدرت کاملہ کو اپنا کام پورا کرنے سے نہیں روک سکو گے اگر تم احسان اور خلوص سے نہیں کرو گے تو اللہ کا نقصان نہیں ہو گا اگر تم فحش یا برائی کرو گے تو اس میں اللہ کا کچھ نہیں بگڑے گا اگر اس سب کا کوئی وبال آئے گا تو وہ بھی تمہیں کو بھگتنا پڑے گا وہ مصیبت تمہیں پر آئے گی۔ لہٰذا اللہ کریم تمہیں اس سے منع فرماتے ہیں پھر بڑی پتے کی بات یہ کہ بحیثیت مسلمان۔ تمہیں مسلمان رہنا چاہیے۔ تم نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر ایک معاہدہ کیا ہے ایک وعدہ کیا ہے ایک اعلان کیا ہے یہ چھوٹا سا جملہ عربی کا لا الہ الا اللہ اس پر سارے مشرکین عرب کیوں بھڑک اٹھے یہ ضروری تو نہیں تھا کہ سارے اہل عرب کسی ایک بت ہی کو مانتے وہ ایک دوسرے کے بتوں کی تردید بھی کرتے تھے ہر قبیلے نے اپنا بت بھی بنا رکھا تھا کوئی کسی کو مانتا تھا کوئی اس کی جگہ کسی دوسرے کو مان لیتا تھا بعض ایسے تھے کہ ہر بندے نے اپنا اپنا بنا کر جیب میں ڈالا ہوا تھا تراش کر اپنا اپنا وہ دوسرے کے بت کو گھاس ہی نہیں ڈالتا تھا تو جہاں کسی نہ کسی رنگ میں بتوں کی تردید ہوتی ہی رہتی تھی وہاں اس ایک جملے سے کیا فرق پڑتا تھا۔ یہ ایک معمولی جملہ نہیں تھا وہ سمجھتے تھے کہ اس کا معنی بہت زیادہ بہت بڑی ذمہ داری کی بات ہے کہ سب سے پہلے عجیب بات یہ ہے کہ یہ اقرار سے نہیں شروع ہوتا یہ شروع انکار سے ہوتا ہے۔ آپ کسی آئیڈیالوجی میں

جائیں کسی نظریہ حیات میں جائیں کسی شعبے میں جائیں تو وہ کہتے ہیں کہ جی ہماری بات مان لو اور بات ٹھیک۔

اسلام میں جب آپ آئیں تو اسلام یہ نہیں کہتا کہ سیدھا سیدھا مجھے مان لو یا سیدھا سیدھا اللہ کو مان لو۔ نہیں یہ لا سے شروع ہوتا ہے نہیں سے شروع ہوتا ہے لا الہ پہلے انکار کر دو کہ پوری کائنات میں کوئی عبادت کا مستحق ہے ہی نہیں کوئی ایسی ہستی نہیں جس کی عبادت کی جائے یعنی کوئی بھی معبود برحق ہے ہی نہیں انکار کر دو خالی کر دو سینے کو، خالی کر دو دل کو، خالی کر دو دماغ کو اور بالکل تنہا ہو کر کھڑے ہو جاؤ کہو کوئی اس لائق نہیں کہ اس کی عبادت کی جائے اب کہو مگر اللہ۔ سب کا انکار پہلے کرو پھر ذات باری کا اقرار کرو یہ صحیح نہیں ہے کہ پہلے جتنے رنگ آپ کے دل پر چڑھے ہوئے ہیں پہلے جو کچھ سیاہی اس میں تھوپی ہوئی ہے اس کے اوپر ایک ہرا برش پھیر دو اور کہو اسلام ہو گیا نہیں۔ اسلام اس کا نام نہیں ہے۔ اسلام یہ ہے کہ پہلے کہو لا الہ کوئی بھی عبادت کا مستحق نہیں الا اللہ مگر اللہ۔ اب اس بات کی تیرے پاس کیا دلیل ہے اور اللہ سے تو کیسے ملے گا۔ اللہ کی پسند و ناپسند کا پتہ تجھے کیسے لگے گا اور اس کی عبادت جس کی تو کرنا چاہتا ہے اسے کیسے جانے گا۔ کہ اس کی عبادت کیسے کی جائے یا وہ کس بات سے خوش ہے کس بات سے خفا ہے۔

ان سب باتوں کا جواب ایک ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن کو اللہ ہی نے اپنا پیغمبر اپنا رسول اپنا نبی بنا کر ہماری طرف مبعوث فرمایا ہے اب یہ ساری بات بتانا اسی نبی علیہ السلام کا منصب ہے فرمایا واوفوا بعھد اللہ اذا عاھد تم۔ ارے تم نے جب اللہ سے وعدہ کر ہی لیا تھا کہ کوئی عبادت کے لائق نہیں سوائے تیرے اور ہم تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول برحق مانتے ہیں تو پھر تمہیں زیب دیتا ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی نافرمانی کرو یا اللہ کے ساتھ کسی دوسرے سے امیدیں وابستہ کر کے اللہ کی عبادت کو چھوڑ دو اور غیر اللہ کے دروازے پیٹتے پیٹتے تمہاری پیشانیاں پھٹ جائیں۔ فرمایا، افوا بعھد اللہ یار کم از کم اللہ سے وعدہ کیا ہے تم لوگوں نے اسے پورا کرو۔

ولا تنقضوا الایمان بعد توکیدھا۔ اور وعدے کر کے توڑے نہیں جاتے اگر تم نے وعدہ کیا ہے اپنی پسند سے کیا تو اب اس پر قائم رہو اسے پورا کرو اور وہ وعدہ معمولی نہیں ہے ایمان لانے کا اتنا بڑا وعدہ ہے کہ وقد جعلتم اللہ علیکم کفیلا اس پر اللہ ہی کو تم نے گواہ کیا تھا اللہ تو اس بات کا گواہ ہے اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک کہ میں تیری توحید کی گواہی دے رہا ہوں اور تیرے نبی علیہ السلام کی واشھد ان محمد عبدہ و رسولہ تیرے نبی علیہ السلام کی رسالت کی گواہی دے رہا ہوں میری اس بات کا تو گواہ رہنا اور پھر یہ بھی یاد رکھو۔

ان اللہ یعلم ما تفعلون○ کہ اللہ سے چھپ کر تم کر بھی کچھ نہیں سکتے جو کچھ کرتے ہو اللہ کریم اس سارے کو جانتے ہیں۔

اب اس آیہ کریمہ کی روشنی میں ہم دیکھیں تو امت مسلمہ اس وقت جس تباہی کا شکار ہے وہ کسی سے بھولی ہوئی نہیں ہے میں نے بہت بڑے بڑے جو بہت اعلیٰ پائے کے آفیسرز ہیں بہت بڑے درجے کے لوگ ہیں ان سے لے کر سکول کے بچوں تک کو اس موضوع پہ تقریریں کرتے دیکھا ہے دنیا میں آج یعنی آج اگر کسی سکول کا فنکشن ہو اس میں آٹھویں دسویں کے بچے بات کر رہے ہیں تو بوزنیا یا کشمیر یا کہیں جہاں مسلمانوں کی تباہی کی حکایات ہیں انہی پہ بات ہو رہی ہو گی اور بڑی سے بڑی کوئی سرکاری میٹنگ ہو تو اس میں بھی بنیادی بات یہی ہو گی کہ مسلمانوں کو مت مارو مسلمانوں کو چھڑایا جائے مسلمانوں کو نہ مارا جائے اتنی بڑی تباہی جو اس قوم کی ہو رہی ہے اور اس کے لیے ہم بے شمار جلوس نکالتے

ہیں جلسے کرتے ہیں اخباروں میں روزانہ آتا ہے ٹیلی ویژن پہ آتا ہے احتجاج ہوتے ہیں ایک پہلو چھوٹا سا اس آیہ مبارکہ میں بھی ہے کہیں ایسا تو نہیں کہ اسی قوم نے اللہ ہی سے بد عہدی شروع کر دی ہو اور اسے مار اللہ ہی کی طرف سے پڑ رہی ہو کہیں آیا تو نہیں ہے۔ ہر مرض کا کوئی سبب ہوتا ہے اور ہر مرض کا علاج اسی سبب کو دور کرنے کا نام ہے اگر کسی کو بخار ہے تو بخار کا علاج یہ ہے کہ جس وجہ سے بخار ہے وہ وجہ درست کی جائے بخار درست ہو جائے گا اگر آپ کہیں جس وجہ سے بخار ہوا وہ اپنی جگہ رہے بخار درست ہو جائے تو وہ نہیں درست ہو گا ہر مرض کا جو سبب ہوتا ہے جس سبب سے جس بنیاد پر وہ مرض پیدا ہوا اس کی اصلاح کی جائے تو مرض کی اصلاح ہوتی ہے تو اگر تو جلوسوں میں کمی تھی، مسلمانوں کے سیاسی نعروں میں کوئی کمی تھی یا مسلمانوں کی دنیوی زندگی میں کوئی کمی تھی تو پھر تو اس طرف توجہ کی جائے اور اگر مسلمانوں میں خرابی اس لیے ہو کہ وہ اللہ ہی کا عہد بھول کر اللہ کی عظمت کو بھول کر کافروں کے در پہ دست سوال دراز کرنے پہ آگئے ہوں۔ اللہ کی عبادت کو چھوڑ کر کفار کی غلامی اختیار کر لی ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ کو چھوڑ کر محض دنیاداری کے لیے کافرانہ رویے اپنا لئے ہوں تو پھر اصلاح کی ضرورت یہاں ہو گی کہ مسلمان کا ایمان درست ہو مسلمان کا کردار درست ہو مسلمان کی سوچ درست ہو ہمارے آج کے دانش ور جو ہیں یہ سوچتے ہیں کہ جناب اس سے کیا ہو گا لوگ اگر نمازیں پڑھنے لگ جائیں گے تو کیا ہو گا اب پہلے بھی تو بے شمار نمازیں پڑھتے ہیں اگر لوگ ذکر کرنے لگ جائیں گے یا تبلیغ پہ لگ جائیں گے تو پہلے بے شمار لوگ تبلیغ کرتے رہے ہیں اس سے کونسا انقلاب آگیا جو باقی رہتے ہیں ان کو بھی یہاں لگا لیا جائے۔ ہماری مصیبت یہ ہے میرے بھائی کہ میری دانست کے مطابق جو لوگ تبلیغ پر یا جو لوگ نماز روزے پر لگے ہیں نا دین ان کے پاس بھی آدھا ہی ہے اسلام نے صرف نمازیں پڑھنے کا حکم نہیں دیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف روزے رکھنا ہی نہیں سکھایا بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قوم تیار کی تھی وہ نمازی بھی تھی وہ مجاہد بھی تھی وہ غازی بھی تھی وہ تاجر بھی تھی وہ سیاست دان بھی تھی اور وہ میدان جنگ کے مانے ہوئے جرنیل بھی تھے ہماری مصیبت ہی یہ ہے کہ جس نے نماز شروع کی وہ مسجد ہی کا ہو کر بیٹھ گیا وہ کہتا ہے باقی کام خدایا تو کر میں تیری نماز تو پڑھ رہا ہوں اور کیا کروں اس نے عملی زندگی سے دامن کھینچ لیا۔ حتی کہ اب یہ حال ہو گیا ہے کہ کسی کے متعلق پتہ چلے کہ یہ بندہ نماز روزہ کرنے والا ہے تو تفتیش کرنا پڑتی ہے کہ صرف نماز ہی کرے گا یا کام بھی کرے گا کوئی یعنی اس قدر بدنام ہو گیا ہے ہمارا یہ شریف اور دین دار طبقہ کہ نمازی ہونا یا داڑھی رکھ لینا اس بات کی دلیل بن گئی کہ بندہ نکما ہے یہ کام نہیں کرے گا جو لوگ فیلڈ میں گئے جن لوگوں نے کام کرنا سیکھا۔ کام کرنا اختیار کیا انہوں نے خود کو غیر اسلامی معاشرے کی گود میں ڈال دیا اور وہ مسجد سے، اللہ کے ذکر سے اللہ کی عبادت سے، اللہ کے دین سے بالکل کٹ گئے۔ اب ہم من حیث القوم پوری مسلمان قوم اب دو حصوں میں بٹی ہوئی ہے ایک طرف وہ لوگ ہیں جنہوں نے داڑھیاں رکھی ہوئی ہیں نمازیں پڑھتے ہیں تقریریں کرتے ہیں دین دار کہلاتے ہیں نیک ہیں اچھے لوگ ہیں لیکن جو بندے فیلڈ میں ہیں یا جو اقتدار میں ہیں یا جو سیاست دان ہیں جو کارخانہ دار ہیں۔ ان کی جب بات ہوتی ہے تو ہمارا یہ دین دار طبقہ یوں چاہتا ہے کہ ان سب کو ایک ہی رسے سے پھانسی دے دی جائے۔ کسی کو مرتے وقت پانی بھی نہ دیا جائے یہ اتنا خفا ہے ان سے اس طرف جب ہم جاتے ہیں تو وہ جو بندہ فیلڈ میں ہے وہ چاہتا ہے کہ ہماری

تباہی کا سبب ہی یہ ملاں ہے ان سب ملاؤں کو جہاز میں بھر کر سمندر میں ڈبو دیا جائے۔ ساری مصیبت ختم ہو جائے گی۔ یعنی اب مسلمانوں کے یہ دو طبقے جو بن گئے ہیں ان کی ساری قوت ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچنے پہ صرف ہو رہی ہے جو مساجد میں ہیں یا نیک ہیں یا عبادت کرتے ہیں وہ فیلڈ کو دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے جو لوگ فیلڈ میں کام کر رہے ہیں ان کو کوستے رہتے ہیں جو لوگ فیلڈ میں ہیں ان کی آپ باتیں سنیں ان کو آپ بیانات پڑھیں ان کے آپ اخبارات میں ٹیلی ویژن پر باتیں کرتا دیکھیں تو وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ساری تباہی کا سبب ہی یہ ملاں ہے ان ملاؤں کو کہیں پھانسی دے دی جائے تو ہم بڑے آزاد ہو جائیں گے بڑے ترقی کر جائیں گے اور بنیاد پرستی تو ایک طعنہ بن گیا ہے یہ فنڈا منڈا لسٹ (FUNDAMENTALIST) ہے بنیاد پرست ہے یہ تو اس قابل ہی نہیں کہ اس سے بات کی جائے حالانکہ اسلام سارا ہے ہی بنیاد پر قائم رہنے کا نام تو جب ہم ان دو طبقوں میں بٹ گئے تو دیانت داری کی بات یہ ہے کہ دونوں کے پاس آدھا آدھا دین ہے دنیا کے کام کرنا بھی دین ہے بشرطیکہ وہ دین کے مطابق ہو اور محض نماز روزے سے جان نہیں چھوٹے گی عملی زندگی کا محاسبہ ہو گا کہ تو نے میدان عمل میں کیا کیا یہ جو لوگ نرے مساجد میں بیٹھ کر نعرے لگا رہے ہیں اور بڑے بڑے محلوں پہ قبضہ کرنے کے پانچ سو حوریں لینے کی تمنا لیے بیٹھے ہیں۔ انہیں یہ سوچ لینا چاہیے کہ حساب اس زندگی کا ہو گا جو آپ نے میدان میں گزاری ہے جو آپ نے کاروبار کیا ہے جو آپ نے ملازمت کی ہے جہاں آپ نے تجارت کی ہے جہاں کسی کے ساتھ لین دین کیا ہے جہاں کسی کے ساتھ دوستی دشمنی کی ہے محاسبہ اس کا ہو گا حساب اس کا ہو گا نری نمازوں سے جان نہیں چھوٹ جائے گی کہ تم نمازیں پڑھتے تھے موج کرو ایسا کوئی نہیں کہے گا اس لیے کہ قرآن نے صرف نماز کا نہیں ایمان کے ساتھ عمل صالح کا حکم دیا ہے۔

امنوا و عملوا الصلحت۔ عمل صالح پریکٹیکل لائف کو کہتے ہیں عملی زندگی کو کہتے ہیں کمانا خرچ کرنا دوستی دشمنی کسی کے ساتھ لین دین کرنا کسی کے ساتھ ملازمت میں تجارت میں ہم کیسے ہیں کتنے کھرے ہیں کتنا سچ بولتے ہیں کتنا حقوق کا لحاظ رکھتے ہیں حساب اس عملی زندگی کا ہو گا کہ اگر کسی نے عملی زندگی میں حصہ لینے سے ہی انکار کر دیا تو اسے بلا حساب جنت نہیں بھیج دیں گے کہ تو نے بڑا اچھا کیا کہ ہم نے دنیا بنائی تھی جہان بنایا تھا تجھے زندگی دی تھی شعور دیا تھا ہاتھ پاؤں دیئے تھے عقل دیا تھا علم دیا تھا اور تو اس سارے کو چھوڑ کر ایک کونے میں بیٹھ گیا تو یہ کیا اسے انعام دلوائے گا۔ اس پر بھی جوتے پڑیں گے اس پر انعام نہیں ملے گا اللہ معاف کر دے ساری کائنات کو کر دے روکنے والا کوئی نہیں لیکن یہ کام بچنے کا یا یہ کام انعام لینے کا نہیں ہے لہٰذا ہمارے اس طبقے کو جو یہ سمجھتا ہے کہ نماز پڑھ کر یا ذکر کر کے بڑی توپ چلا رہے ہیں یہ سوچنا چاہیے کہ نماز روزہ ہے۔

TO GAIN ENERGY FROM ALMIGHTY ALLAH

اللہ کریم سے دیانت خلوص اللہ کی محبت اور اللہ کے ساتھ ہونے کا جذبہ حاصل کرنے کا ذریعہ عبادت ہے نماز روزہ ہے لیکن یہ جذبہ آزمایا کہاں جائے گا میدان میں جہاں ہم کام کرتے ہیں جہاں ملازم ہیں جہاں ہماری تجارت ہے جہاں ہم دوستی اور دشمنی کرتے ہیں جہاں ہماری عملی زندگی گذرتی ہے وہاں میدان میں ہم والدین کے ساتھ کیسے ہیں اولاد کو کیسا پال رہے ہیں بیوی بچوں کے ساتھ ہمارا کیسا گزارا ہے بہن بھائیوں کے حقوق کی نگہداشت کہاں تک کرتے ہیں اور عملی زندگی میں کہاں تک ہم کھرے انسان ہیں مسلمان کا اگر بامحاورہ ترجمہ کیا جائے تو میرے نزدیک

مسلمان کا ترجمہ ہے بہتر انسان وہ آدمی جس میں انسانی عظمت پائی جائے اللہ کے ساتھ اس کا تعلق بہترین ہو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کا تعلق خوبصورت ہو۔ رسومات سے بدعات سے آلائشوں سے پاک سیدھا سیدھا جو نبی اور امتی کا رشتہ ہوتا ہے وہ ہو اللہ کے ساتھ جو مخلوق اور خالق کا رشتہ ہے وہ ہو خالص اور کھرا عملی زندگی میں والدین کی عزت اور اولاد کی محبت کرتا ہو دوستوں کا دوست اور دشمنوں کا دشمن بھی ہو۔ کفر پر شرک پر اللہ کی نافرمانی پر دشمنی بھی کر سکتا ہو اور اللہ کی اطاعت پر محبت بھی کر سکتا ہو۔

والذین معہ اشدء ھم الکفار رحماء بینھم - نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو لوگ تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام جو تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ جو تھے کفر کے لیے بہت سخت تھے اور آپس میں بہت محبت کرنے والے تھے اسی طرح جو مسلمان بھی جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت نصیب ہو گی اس میں یہ دو صفتیں ہوں گی کہ وہ اللہ کی نافرمانی کفر و شرک کے لیے سخت ہو اور دین داروں کے لیے' نیک لوگوں کے لیے اللہ اللہ کرنے والوں یا مسلمان بھائیوں کے لیے محبت کرنے والا ہو تو کیا اگر ہم اپنی عملی زندگی کو اپنے نظریات کو اپنے عقائد کو دیکھیں تو جتنی زیادتی اس دور میں مسلمان اسلام کے ساتھ کر رہا ہے میرے خیال میں دنیا میں اور کہیں اس سے بڑا ظلم نہیں ہو رہا۔

یار عجیب بات ہے نماز روزہ چھوڑ دینا تو اتنی عام سی بات ہے کہ کمزور سے کمزور بندہ بھی پرواہ نہیں کرتا کہ نماز پڑھی' نہ پڑھی' تو میرا کیا بگڑ جائے گا یعنی جو آپ کو گاؤں میں شہر میں محلے میں سب سے کمزور بندہ نظر آئے اسے بھی اللہ کا ڈر نہیں ہے جو بندہ بندے سے ڈرتا ہے نا وہ بھی اللہ سے نہیں ڈرتا اسے یہ فکر نہیں ہے نماز نہیں پڑھی نہ سہی کیا ہو گا حلال و حرام کا مسلمان میں کانسپٹ Concept ہی نہیں رہا انہیں صرف پیسہ چاہیے وہ خواہ فرعون سے ملے وہ خواہ سود میں ملے وہ خواہ چوری میں ملے رشوت میں ملے ڈاکے میں ملے پیسہ ہونا چاہیے اس میں حلال کیا ہے یا حرام کیا ہے اس کی کوئی فکر نہیں کوئی یہ سوچنے کو ہی تیار نہیں تو جب کھانے کے معاملے میں حلال و حرام کی بھی تمیز نہیں ہو گی عبادات کا احساس ہی نہیں ہو گا تو عملی زندگی میں اسلام کہاں سے آئے گا؟ تو جب عملی زندگی سے ہم اسلام نکال دیں گے تو ان رحمتوں اور ان برکتوں کی امید کیسے رکھتے ہیں جو ایک مسلمان کو حاصل ہونی چاہئے۔ تو اسلام سے جب عملاً ہم نے اپنے آپ کو الگ کر لیا تو اسلام کی برکات کیسے نصیب ہوں گی؟ ہر آدمی توقع تو رکھتا ہے کہ وہی برکات نصیب ہوں جو ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں تھیں اللہ ہمیں وہ جرات دے جو فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تھی ہمیں وہ سلطنت دے جو امیر المومنین حضرت عثمانؓ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تھیں اسلام کی بنیادی طاقت اور شان و شوکت جو ہے وہ ہمیں نصیب ہو لیکن ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ ہم نے تو اس اسلام سے دامن ہی الگ کر لیا ہم نے تو نظریات سے لے کر کردار تک ایک ایک چیز غیر اسلامی اپنا لی اور اسلام سے الگ ہو گئے اب صرف نام ہم نے اپنا مسلمان رکھا ہوا ہے تو اس سے سارا اسلام تو نہیں آ جائے گا آپ دن بھر بیٹھ کر بہترین کھانوں کی فہرست گنتے رہیں اس سے پیٹ تو نہیں بھر جائے گا پیٹ تو کھانے سے بھرے گا محض اسلام کا دعویٰ کرنے سے اسلام کی عظمت اسلام کی برکت یا اسلام کی نعمت لوٹ نہیں آئیں گی اور پھر ہم اپنا کردار دیکھیں اسی ملک عزیز میں دیکھیں۔

کہ نصف صدی ہونے کو آئی ہے یہ ملک محض اس وعدے

یہ حاصل کیا گیا کہ یہاں اللہ کے دین کی حکومت ہو گی اور مسلمان کا سارا نظام حکومت کا بھی، خانگی بھی اور پوری زندگی کا نظام اسلامی ہو گا اور اپنے نظریے اور اپنے ایمان کے مطابق یہاں زندہ رہ سکیں گے تب سے لے کر اب تک دنیا کا ہر ازم اس ملک پر آزمایا گیا اگر آزمانے کے لیے بھی نافذ نہیں کیا گیا تو صرف اسلام ہے۔ یعنی اسلام کو تو ہم نے تجربے کے طور پر بھی آزمانے کی کوشش نہیں کی۔ آج وہی قانون جو ہندوستان میں ہے انگریز کے زمانے کا بنایا ہوا اسی قانون کو ہم نے اس میں گا گے گی لگا کر اسلامی کر لیا اور اگر اسی قانون پہ رہنا تھا تو یہ لاکھوں لوگوں کو کیوں قتل کروایا گیا اتنی کیوں یہ مائیگریشن کی گئی کیوں اتنے لوگ کتنی عزتیں لٹیں۔ کتنی جوان لڑکیاں غیر مسلم اٹھا کر لے گئے غالباً تقسیم ملک کا مجھے یاد ہے کہ اس وقت چوراسی ہزار کا فیگر دیا گیا تھا کہ چوراسی ہزار عورتیں مسلمانوں کی ہندوؤں اور سکھوں نے چھین لیں اور شاید وہ بھی بڑا گھٹا کر بتایا گیا ہو گا تو یہ لاکھوں بچیاں ہندوؤں اور سکھوں کے سپرد کر دی گئیں کروڑوں انسان قتل ہوئے مارے گئے لوگوں کے گھر اجڑے اور وہ لٹ پٹ کر یہاں آئے تو یہاں آ کر اگر مجریہ ۱۸۸۷ء ان پر لاگو ہونا تھا تو ان غریبوں کو وہاں رہنے دیا جاتا تو اس تقسیم کی کیا ضرورت تھی۔ یعنی اس ساری قربانی کا حاصل تو یہ تھا کہ یہاں انہیں انگریز کا قانون بتانے کی بجائے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سنایا جاتا کہ تم نے یہ غلطی کی ہے اس کی اسلامی سزا قرآن میں یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق یا خلاف راشدہ کے عہد کے قانون کے مطابق اس کی یہ سزا ہے تجھے سزا دی جا رہی ہے اسے سزا ہی مل جاتی سزا تو وہ ملتی جو اس کے لیے اسلام تجویز کرتا کافر کی سزائیں تو نہ بھگتتا جس انصاف کی طرف ہم نے لوگوں کو دعوت دی تھی جس کے لیے غریب آدمی نے قربانیاں دی تھیں وہ یہی تھا۔

ان اللہ یامر بالعدل والاحسان ۔ تمہیں وہاں اسلامی عدل نصیب ہو گا۔ اسلامی محبت نصیب ہو گی انصاف نصیب ہو گا یہی اسلامی نظام ہے جس میں ایک مزدور دن بھر مزدوری کر کے چار روپے لے کر گھر پہنچتا ہے وہ چاہتا ہے گھر پہنچنے سے پہلے آٹا خرید لوں دال خرید لوں سبزی لے لوں وہ بازار میں گھستا ہے کلاشنکوف کا برسٹ آتا ہے اسے اڑا کے چلا جاتا ہے نہ اس کے بچوں کو پتہ کہ وہ ہمارا بوڑھا باپ کہاں گیا نہ اس غریب کو یہ پتہ کہ مجھے کس نے مارا اور کیوں مارا یہ اسلامی نظام ہے؟ اور اگر یہی کچھ ملنا تھا تو پھر یہ ملک بنانے کی کیا ضرورت تھی۔ تو میرے بھائی جب تک ہم اپنے اس وعدے کی طرف واپس نہیں جاتے جب تک ہم اللہ سے کیے ہوئے وعدے جو ہیں وہ نبھانے کی کوشش نہیں کرتے جب تک ہم اسلام کو اپناتے نہیں تب تک ہمیں کہیں چین نصیب نہیں ہو گا۔

میں آج آپ کو ایک اور بات بتا دوں یہ بڑے یقین سے سن لیجئے کہ یہ ملک انشاء اللہ قائم رہے گا اور یہ بھی بڑے یقین سے سن لیجئے کہ اس ملک پر انشاء اللہ اسلامی حکومت بھی قائم ہو گی کوئی نہیں روک سکے گا اس کو یہ ملک بھی رہے گا جو لوگ کہتے ہیں نا ملک کو بڑا خطرہ ہے یہ غلط فہمی ہے جب ان کا اقتدار جاتا ہے تو انہیں ملک خطرے میں لگتا ہے جسے حکومت مل جاتی ہے وہ کہتا ہے سب اچھا ہے خطرہ ان کے اقتدار کو ہے جو کہتا ہے نا اسلام خطرے میں ہے وہ بھی جھوٹ بولتا ہے اسلام کوئی خطرے میں نہیں ہے خطرے میں وہ لوگ ہیں جنہوں نے اسلام کو چھوڑ دیا ہے اسلام تو اللہ کی رحمت ہے اللہ کا بنایا ہوا مضبوط قلعہ ہے اللہ کی ذات خود موجود ہے اسلام کے ساتھ اسلام تو اللہ کا ذاتی حکم ہے اللہ کا ذاتی کلام ہے قرآن کریم کو کوئی خطرہ نہیں ہے اسلام سے ان لوگوں کو خطرہ ضرور ہے جو اس ملک میں غیر اسلامی

ریاست قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں انشاء اللہ ناکام ہوں گے اب اس ملک میں اسلامی ریاست بنے گی جو لوگ اسلام کو چھوڑ رہے ہیں وہ خطرے میں ہیں اسلام رہے گا اور

عسی یاتی اللہ بقوم ان یحبوھم ویحبونہ۔ لا یخافون لومۃ لائم ۔ اللہ کریم فرماتے ہیں اگر تمہیں میری محبت سے اعتراض ہے تو تم چھوڑ جاؤ میں کوئی اور قوم پیدا کر دوں گا کسی اور کو اپنا نام لینے کی توفیق عطا کر دوں گا ایسے کہ وہ مجھ سے اپنی محبت کا حق ادا کریں گے میرے محبوب بھی ہوں گے اور لوگوں کی باتوں پر کان بھی نہیں دھریں گے کہ میری اطاعت کریں گے خطرہ اس کے لیے ہے جو اسلام کو چھوڑ رہا ہے اسلام کو کوئی خطرہ نہیں۔ اسلام کی حفاظت کا ذمہ لیا ہوا ہے رب العلمین نے اور جب تک سورج طلوع و غروب ہوتا ہے تب تک اسلام رہے گا اور جس دن دنیا سے اسلام اٹھ جائے گا وہ دن قیامت کا ہو گا اسلام کے بعد دنیا قائم نہیں رہ سکے گی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کب قائم ہو گی فرمایا حتی لا یقال اللہ اللہ۔ جب کوئی بھی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہا جب اسلام نہ رہا تو قیامت قائم ہو جائے گی یہ دنیا نہیں رہے گی۔

ہمارے لئے اب ہماری کوئی جائے پناہ ہی نہیں ہے کہ ہم واپس اللہ کی پناہ میں آئیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وفا کریں اللہ کے دین کو اپنائیں اور اس پر عمل کریں نماز کے وقت میں ہم نمازی ہوں تو میدان کار زار میں نمازی بھی ہوں اللہ کی عبادت آدھی رات کو اٹھ کر اگر اللہ کا ذکر کرے تو صبح میدان میں بازار میں جا کر بچوں کے لیے حلال روزی بھی کمائیں عملی زندگی میں اسلام کو لے جائیں اور اپنی عملی زندگی کو اسلام میں لے آئیں ہر مسلمان عابد و زاہد بھی ہو اور ہر مسلمان بہترین اور ہارڈ ورکر بھی ہو تب جا کر بات بنے گی۔

ملک کی بات ہوتی ہے تو ہم کہتے ہیں ملک پر اسلام اب وہ نافذ کرے جس کی ملک پر حکومت ہے میری اور آپ کی بات سن کر تو ملک پر اسلام نافذ نہیں ہوتا لیکن ایک ملک میرے اور آپ کے پاس بھی ہے ایک ریاست ایسی ہے جس پر ہمارا میرا اور آپ کا حکم چلتا ہے وہ ریاست ہے یہ ہمارا وجود یہ جو ملک اللہ نے ہمیں دیا ہے اس پر تو ہم اسلام کو نافذ کریں یہ تو ہماری ذمہ داری بنتی ہے اس وجود کو تو جو لباس ہم چاہیں پہنائیں جو غذا ہم چاہیں کھلائیں عبادت کے لیے لے جائیں یا عبادت کو ترک کر دیں سچ بولیں یا جھوٹ بولیں حلال کھالیں یا حرام کالیں یہاں تو حکم ہمارا چلتا ہے یہ ریاست تو ہماری ہے تو کم از کم اس چھوٹی سی ریاست پر تو ہم اسلام نافذ کر دیں اور اللہ ہمیں توفیق دے اگر ایک ایک مسلمان اپنی ذات پر اسلام نافذ کرنا شروع کر دے تو ملک بھر میں اسلام نافذ ہونے میں کوئی دیر نہیں لگے گی دیر اس لیے ہو رہی ہے کہ ہم خود تو اپنے وجود پر نافذ نہیں کرتے دوسروں سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ملک پر نافذ کر دو وہ بھی تو ہماری ہی طرح کے انسان ہیں اگر ہم اتنے مجبور ہیں ہماری خواہشات اتنی شدید ہیں کہ ہم اپنے وجود پر نافذ نہیں کر سکتے تو ان سے کیسے امید رکھیں کہ ملک پر نافذ کر دیں گے۔

یہ بھی یاد رکھیے جب تک مسلمان اسلام سے وفا نہیں کرتا دنیا میں کوئی اس سے وفا نہیں کرے گا اس کے بچنے کا اور کوئی ذریعہ نہیں ہے ایک کافر کے دروازے سے مار کھا کر دوسرے کافر کے دروازے پہ دست سوال دراز کرتا ہے وہاں سے مار پڑتی ہے تو تیسرے کے پاس چلا جاتا ہے وہ دھتکارتا ہے تو پھر پہلے کے پاس آجاتا ہے اور مسلمان یہ نہیں سوچتا کہ کافر مسلمان کی بہتری بھلا کیوں سوچے گا۔ یہ کوئی عقل کی بات کہ مسلمان کافر سے بہتری

کی امید رکھے اس سے بڑی بھی کوئی جہالت ہے بھلا کافر مسلمان کی بہتری سوچے گا یا کفر کی بہتری سوچے گا۔

تو میرے بھائی کافروں سے امیدیں رکھنے کی بجائے اللہ رب العزت سے اپنی امیدیں وابستہ کیجئے واپس آیئے اللہ کی بارگاہ میں اور جہاں تک آپ کی آواز سنائی دے سلے کوئی سن سکے کوئی آپ کی بات مانے اسے بھی واپس لائیے یہ ضروری نہیں کہ میری بات مان لیں میری بات ماننا ضروری نہیں ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ اللہ کی اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مانیں اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی تیسری جائے پناہ آپ کے پاس ہے نہیں کوئی ایسی ہستی نہیں ہے پیر کی بات ماننا ضروری نہیں ہے مولوی صاحب کی بات ماننا ضروری نہیں ہے لیکن اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مانے بغیر چارہ بھی نہیں ہے اگر آپ کو کسی ایک مولوی پہ اعتبار نہیں جس پہ اعتبار ہے اس سے ترجمہ پڑھ لیجئے ہر زبان میں ترجمے ملتے ہیں خود اللہ کے قرآن کا ترجمہ پڑھ کر دیکھئے اللہ کیا کرنے کا حکم دیتا ہے وہ کیجئے چونکہ آپ کو حساب اللہ کے روبرو دینا ہے لوگ اچھا کہیں یا برا کہیں انہیں کہنے دو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو پڑھیے آپ کا اپنا رسول ہے آپ نے خود اسے اپنا نبی تسلیم کیا ہے اپنے نبی علیہ السلام کے احکام کو ارشادات کو پڑھیے اور ان پر عمل کیجئے اگر ہمیں یہ توفیق مل جائے کہ ہم اللہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کر لیں تو یہ کائنات آپ کی غلامی کرے گی لیکن اگر وہ رشتہ اطاعت ہم استوار نہ کر سکے تو میں نہیں سمجھتا کہ کوئی ازم ہماری نجات کا سبب بن سکے۔

اللہ ہمیں ہدایت نصیب فرمائے توفیق عمل نصیب فرمائے ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرمائے۔

بقیہ : فلسفۃ الاسلام

چاہتے ہیں تو کسی بڑے سے بڑے چور بڑے سے بڑے ڈاکو بڑے سے بڑے قاتل کو اللہ کا نام کہنے پہ لگا دیں دیکھیں کیسا مزاج بدلتا ہے تو میرے بھائی کبھی اس گھمنڈ میں گرفتار نہ ہو جائیے کہ ہم کوئی بڑے ولی اللہ ہیں ہم بڑے دنیا کو بدل سکتے ہیں ہم کچھ نہیں کر سکتے ہم محض ایک عاجز بندے ہیں اور ہم بہت بڑا تیر مار لیں گے اگر ہم خود کو اللہ کی اطاعت پہ کاربند کر لیں ساری زندگی میں اگر یہ ایک کام ہم کر سکیں تو یہی مقصد حیات ہے اور اپنا جائزہ لینے کے ساتھ ساتھ ذکر کی یہ نعمت جہاں تک ہو سکے دوسروں تک پہنچائیے۔ یہ صرف میرا یا میرے چند دوستوں کا فریضہ نہیں ہے ہم سب کا میرا آپ کا ہم سب کا یہ فرض ہے کہ یہ نعمت اپنوں بیگانوں سب تک پہنچائیں۔

اللہ کریم ہمیں اس کی توفیق دے اس کو ہماری نجات کا سبب بنائے اور اپنے بندوں کی ہدایت کا سبب بننے کی سعادت بخشے۔ (آمین)

دعائے مغفرت

تمام ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

۱۔ دارالعرفان کے صوبیدار عبدالغفور کے والد محترم ۸ اپریل ۱۹۹۳ء کو وفات پا گئے ہیں۔

۲۔ سرگودھا کے حافظ غلام نبی کے والد وفات پا گئے ہیں۔

۳۔ حلقہ اٹک کے ساتھی سید سرور شاہ صاحب کے والد وفات پا گئے ہیں۔

۴۔ کبیر والا (خانیوال) کے ساتھی محمد اکرم ولد حبیب کی والدہ ۴ جولائی کو وفات پا گئی ہیں۔

۵۔ اسلام آباد کے ساتھی گوہر رحمٰن کی والدہ وفات پا گئی ہیں۔

سوال و جواب

سوال :- اگر کمپیٹیشن کے زمانے میں کوئی مسلمان اپنے جائز حقوق کے حصول کے لیے رشوت دے تو کیا کوئی جواز کی صورت ہے؟

جواب :- جہاں تک رشوت کا تعلق ہے اس کے جواز کی کوئی صورت نہیں ہے رشوت دینے والا رشوت لینے والا دونوں کے جہنمی ہونے کی وعید حدیث شریف میں موجود ہے لیکن سوال یہ ہے کہ رشوت کی صورت کیا ہے اور کون سی صورت رشوت نہیں ہے رشوت جائز نہیں لیکن بعض حالات میں وہ رشوت نہیں ہوتی مثلاً کوئی آدمی اپنے حق سے زائد لینے کے لیے یا کسی دوسرے کا حق لینے کے لیے کسی کو پیسے دیتا ہے یا سفارش کرواتا ہے یا دوستی استعمال کرتا ہے یا اور کسی رشتہ داری کا آسرا لیتا ہے تو یہ ساری رشوت کی مختلف صورتیں ہیں رشوت صرف پیسہ ہی نہیں تعلقات اور رشتہ داریاں اور دوسرے وسائل اگر استعمال کر کے اپنے حق سے زیادہ لیتا ہے یا دوسرے کا حق لیتا ہے تو یہ رشوت ہے اب ایک صورت یہ بن جاتی ہے کہ ایک چیز آدمی کا حق بنتا ہے ایک فوجی پینشن آیا اب اسے ہر مہینہ جو پنشن ملتی ہے وہ اس کا حق ہے ہمارے ہاں ہوتا یہ ہے کہ یہ ڈاکخانے والے اسے کہتے ہیں کہ پانچ دس روپے دو تو لے جاؤ اگر نہیں دو گے تو پھر کل آ جانا پرسوں آ جانا اگلے دن آ جانا دو دو تین تین مہینے انہیں وہ دق Paining کرتے رہتے ہیں اب اگر وہ اسے پانچ یا دس روپے دیتا ہے تو یہ رشوت نہیں ہے یہ لینے والا ڈاکو ہے اور دینے والا لٹ رہا ہے یہ صورت بدل جاتی ہے یہ رشوت نہیں یہ تو ڈاکہ ہوتا ہے سیدھا سادا اب ایک آدمی کا حق بنتا ہے دس ہزار روپے دفتر والے کہتے ہیں آٹھ دیں گے دو ہمیں دو نہیں تو دس ہی ضائع جائیں گے تو دس ضائع کرنے کی بجائے وہ دو چھوڑ دیتا ہے لیکن نہ وہ خوشی سے دے رہا ہے نہ دوسرے کا حق لینے کی یا اپنے حق سے زیادہ لینے کی کوشش کر رہا ہے اپنا حق بچانے کے لیے دس ہزار کو ضائع ہونے سے بچانے کے لیے دو چھوڑ دیتا ہے آٹھ لے لیتا ہے تو یہ لینے والا ڈاکو ہے اور دینے والا رشوت نہیں دے رہا وہ لٹ رہا ہے تو اس طرح اگر ایک اپنا حق بنتا ہے اور اس پہ زد پڑ رہی ہے اور اس کی کوئی دوسری صورت نہیں تو دینے والا جو ہے وہ رشوت نہیں دے رہا۔

سوال :- سالکین کو قلت کلام یا قلت منام اور قلت طعام کی تلقین کی جاتی ہے کیا دین کی باتیں کرنے سے بھی نقصان کا اندیشہ ہے؟

جواب :- ہمارے ہاں تو نہ قلت طعام کی کوئی تلقین ہے نہ قلت منام کی کوئی تلقین ہے نہ قلت کلام کی کوئی تلقین ہے۔ لوگ سارا کام کاج معمول کے مطابق کرتے ہیں۔ جن سلاسل میں یہ کی جاتی ہے ان میں سالکین کو مشائخ حجروں میں بند کر دیتے ہیں اپنی مرضی ۔ سے اپنے وقت پر خاص مقدار سے کھانا دیتے ہیں لوگوں سے ملنے تک نہیں دیتے ہمارے ہاں تو یہ ہے نہیں ہمارے ہاں تو یہ ہے کہ اپنا روز مرہ کا کام کاج کرو خواہشات سے اور خرافات سے بچنا تو ویسے ہی اسلام کے احکام ہیں ان میں کوئی تخصیص نہیں کہ کوئی کس سلسلے سے ہے یا اللہ اللہ کرتا ہے تو خواہشات سے بچنا' بے ہودہ کلام سے بچنا' فضول مجالس سے بچنا' یہ تو ویسے ہی اسلام کا ضابطہ اخلاق ہے۔ رہا دینی باتیں کرنے کا تو ہر بات جو ہے

وہ متکلم کا اثر دوسرے پہ چھوڑتی ہے اور ایک کا اثر دوسرے پر ری فلیکٹ ہوتا ہے کلام کرنے والے پر کہ ہر بات میں ایک تاثیر ہوتی ہے اس لیے اگر کوئی شخص حدیث شریف کا مطالعہ کرے تو وہ اپنی کیفیت بدلتی ہوئی پاتا ہے قرآن کی تلاوت کرے تو تجلیات باری اس کا مزاج بدلتی ہیں کسی نیک آدمی سے بات کرے تو طبعیت میں بشاشت آتی ہے کوئی کسی بری بات کو سنے یا کرے تو طبعیت پہ تکدر آتا ہے یہ عام باتیں ہیں جو آدمی محسوس کر لیتا ہے کچھ ایسے اثرات ہوتے ہیں جنہیں فوراً محسوس نہیں کیا جا سکتا یا عام آدمی محسوس نہیں کرتا تو وہ اثرات جو کلام کے ہیں وہ یقیناً ہوتے ہیں لیکن وہ درجات کو متاثر نہیں کرتے اگر بات نیک ہو اگر بات ہی خراب ہو تو پھر تو الگ بات ہے اگر دین کی بات ہو نیک بات ہو تو کرنے والا جن سے بات کی جا رہی ہے اگر انؐ میں ظلمت ہو تو پھر کرنے والے پر بھی اس کا اثر پڑتا ہے لیکن اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ مشاہدات کمزور ہو جاتے ہیں یا بند ہو جاتے ہیں درجات میں فرق نہیں پڑتا درجات میں ترقی ہوتی ہے یعنی ایک جو مشاہدہ یا کشف کی جو کیفیت ہے اس پر غبار سا آ جاتا ہے یہ فطری بات ہے جیسے کوئی آدمی کمرے کی صفائی کرے تو اس کے کپڑوں پہ بھی گرد تو پڑے گی ایک فطری رد عمل ہے لیکن اگر جن سے بات کی جا رہی ہے وہ سارے ذاکر ہیں سارے اللہ اللہ کرنے ولے ہیں تو پھر بات کرنے سے دونوں کو فائدہ ہوتا ہے نقصان نہیں ہوتا یہ اس صورت میں ہوتا ہے جب ایسے لوگوں سے بات کی جاتی ہے جیسے باہر ساتھی تبلیغ پہ جاتے ہیں یا باہر لوگوں کو بتاتا ہے کوئی یا باہر کسی مجلس میں تو ایسے لوگ جو نماز بھی نہیں پڑھتے ذکر بھی نہیں کرتے تلاوت بھی نہیں کرتے جن کے دلوں پہ نحوست ہوتی ہے ان سے دین کی بات بھی کی جائے تو وہ نحوست ری فلیکٹ ہوتی ہے اپنے اوپر لیکن نہ ثواب میں کمی بلکہ ثواب میں زیادتی ہوتی ہے درجات بڑھتے ہیں مشاہدات پر زد پڑتی ہے گرد سی پڑتی ہے۔

سوال :۔ آج ایک صاحب مجاز ساتھی نے مراقبہ کروایا وہ اس طرح تھا کہ لطیفے پر اللہ کا نام لکھو اور چمکاؤ اور کہا کہ ذکر کے دوران لطیفے پر اس طرح کرو؟

جواب :۔ یہ طریقہ ہمارے سلسلے کا نہیں ہے اگر کوئی کرتا ہے تو اس میں نفع ہے یا نقصان ہے اس کا خود ذمہ دار ہے۔ وہ صاحب مجاز ہے یا امیر ہے۔ سلاسل میں بالکل اسی طرح پابندی کی جاتی ہے جس طرح احادیث مبارکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی ایک لفظ کو بڑھایا گھٹایا نہیں جاتا اسی طرح مشائخ کے مقرر کردہ طریقے اور الفاظ تک کی حفاظت کی جاتی ہے اس لیے کہ ان میں ان کی اپنی برکات ہوتی ہیں۔ آپ نے یہ دیکھا یہ عجیب نظام ہے کہ ایک آدمی ہمیں قرآن حکیم کی ایک آیہ کریمہ یا اللہ کا نام کوئی اسمائے الٰہی میں سے لکھ کر دے دیتا ہے تو اس سے ایسے ایسے مرض رفع ہو جاتے ہیں جن کا دنیا میں علاج ممکن نہیں لیکن وہ ساری باتیں قرآن حکیم میں لکھی ہیں آپ سارا قرآن حکیم جو ہے چھاپہ شدہ سر پہ رکھ کے پھرتے رہیں فائدہ نہیں ہوتا یعنی وہ سارا فائدہ نرا اس عمل میں نہیں ہوتا بلکہ اصل کیفیات وہ عمل کرانے والے کے قلب سے منعکس ہوتی ہیں تو برکات کا سبب وہ بنتی ہیں۔ جب ہم اس چیز کو بدل دیتے ہیں تو وہ برکات اس سے منقطع ہو جاتی ہیں۔

دوسری ایک بات یاد رکھیے کہ ہمارے سلسلے میں تصور کا کوئی شعبہ ہی نہیں کہ یہ سوچو وہ سوچو۔ نہیں جو محسوس ہو اسے سمجھنے کی کوشش کرو۔ نہیں ہوتا تو اللہ اللہ کرتے رہو جب محسوس ہونے لگ جائے گا پتہ چلے گا۔ یہ سوچ کر بیٹھنا کہ یہ ہو رہا ہے یہ تو یوگا کا شعبہ ہے اس کا سلوک اور تصوف کے ساتھ کیا تعلق یہ سوچ کر بیٹھنا یا ٹیلی پیتھی ہو سکتی ہے یا یوگا کا شعبہ ہے کہ آدمی بیٹھ کر یہ سوچے کہ یہ ہو رہا ہے یہ ہو رہا ہے اس پر اس کی دماغی قوتیں جو ہیں وہ مجتمع ہو جاتی ہیں اور اس طرح کی کوئی صورت متشکل کر دیتی ہیں اس کے سامنے وہ ساری ذہنی کدو کاوش ہوتی ہیں۔

یہاں تو حال یہ ہے کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ ساری سوچ کو اس بات پر لگا دو کہ اللہ ھو چل رہا ہے میرے سانس میں اللہ اللہ خیر سلا کوئی دم خالی نہیں جا رہا کوئی موومنٹ خالی نہیں جا رہا سوچ کو مصروف ہی اس لیے رکھا جاتا ہے کہ اور کچھ سوچنا نہ پڑے اور جب اللہ جل شانہ کی طرف سے قلب منور ہوتا ہے ذاکر ہوتا ہے تو وہ محسوس ہونے لگتا ہے اگر مشاہدہ نہ ہو تو عملی زندگی میں وہ احساس دلانے لگتا ہے کہ جو برائیاں پہلے آدمی عام زندگی میں کرتا تھا ان کی بھی تلخی کڑواہٹ محسوس ہونے لگتی ہے اگر پہلے عام زندگی میں بھی روز مرہ نمازیں پڑھتا تھا تو نماز میں کچھ تھوڑی سی مزید سنجیدگی کچھ تھوڑا سا خشوع و خضوع اس میں بڑھ جاتا ہے رجحان زیادہ ہونے لگتا ہے تو یہ اصل جو چیز ہے یہ عملی زندگی کا سنورنا ہے باقی رہے مشاہدات وہ چونکہ ذکر الٰہی کا خاصہ ہیں جب آدمی مسلسل ذکر کرتا رہتا ہے تو دل صاف ہوتا ہے تو اسے نصیب ہو جاتے ہیں وہ اگر نصیب ہوں تو جو محسوس ہو اسے تو محسوس کرنا پڑتا ہے اگر محسوس نہ ہو تو ہمارے ہاں یہ سوچنے ساچنے کی کوئی بات نہیں اور یہ جو سوال کیا گیا ہے کہ مولانا سلیمان صاحب ایسا کرواتے تھے اور منع کیا گیا تھا تو اگر کوئی مولانا سلیمان صاحب کو جانتا ہے تو وہ اگر نئی نئی چیزیں کرواتے تھے تو غالباً" اس آدمی کو ان کے انجام سے بھی خبر ہو گی۔ اس لیے کہ مولانا تھانوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے ایک سوال ہوا تھا کہ کیا کسی ولی کی ولایت کا انکار کر دیا جائے تو آدمی کافر ہو جاتا ہے فرمایا نہیں۔ ولی کی ولایت کا انکار کفر نہیں ہے لیکن کرنے والے مرتے عموماً" کفر ہی پر ہیں ان کا پورا جواب یہ تھا کہ یہ کفر ہے نہیں لیکن ایسا کرنے والے مرتے عموماً" کفر ہی پر ہیں۔

تو سلاسل میں اس طرح سے مداخلت کرنا اور اپنی طرف سے کوئی چیز ایجاد کر کے داخل کرنا یہ ایسے ہی تحریف ہے جیسے کوئی دین میں تحریف کرتا ہے یہ تحریف فی التصوف کہلاتی ہے جیسے کوئی دین سے مرتد ہوتا ہے صوفیوں کے ہاں بھی ارتداد عن التصوف یا مرتد تصوف جو لوگ ہوتے ہیں جو تصوف سے مرتد ہو جاتے ہیں تو ان کا ایک اپنا معیار ہے یہ اس پر کفر کا فتویٰ لگاتے نہیں لیکن مرتد طریقت بھی عموماً" بچتا نہیں۔ ہم نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جو کسی مشاہدے کے لیے آنکھ بند نہیں کیا کرتے تھے کھلی آنکھ سے دونوں عالم دیکھتے تھے ہمارے ساتھ ہوتے تھے کہیں کسی کی کوئی بات ہو تو وہ دیکھتے دیکھتے ادھر کی بات ابھی کر رہے ہوتے تھے ادھر بھی کر رہے ہوتے تھے۔

ایک دفعہ ایک قتل ہو گیا حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے گاؤں میں تو یہ لوگ لڑتے بھڑتے رہتے ہیں ہمیشہ۔ اشرف نام تھا اس کا۔ وہ آدمی قتل ہو گیا قتل بھی ایسے ہوا کہ اس کے پاس اپنی ریفل تھی اپنی حفاظت کے لیے اور گرمیاں تھیں دوپہر تھی تو کہیں وہ ڈیوڑھی تھی اس کی گلی پر اس میں وہ لیٹا اس کی آنکھ لگ گئی رائفل اس کی اس کے پاس پڑی ہوئی تھی چارپائی پر کوئی مخالف آدمی گلی سے گذرا تو اس نے دیکھا سو رہا ہے اور ریفل چیمبر لوڈ تھی اس نے اسی کی ریفل اٹھائی اس پر فائر کر دیا ریفل رکھی اور چلا گیا گرمیوں کی دوپہر تھی وہ آج تک پتہ نہیں چل سکا کہ کس آدمی نے گولی ماری۔ ذاکرین کے ساتھ بھی اس کا تعلق تھا۔ رشتے کا بھی تھا تو وہ بھی بڑا زور لگاتے تھے انہیں سمجھ نہیں آتی تھی تو وہ ساتھی جس کے مشاہدات ایسے تھے ایک دن وہ آ گیا تو اسے وہ کہنے لگے ہمارا ایک بڑا ساتھی تھا بے چارا بیمار ہوا اور فوت ہو گیا ہم چاہتے ہیں کہ برزخ میں اس کے کچھ حالات کا پتہ چل جائے تو اس کے لیے کچھ پڑھیں یا دم کریں یہ کریں وہ کریں کچھ ایصال ثواب کریں اگر آپ بتا دیں تو کون تھا بھائی انہوں نے کہا اشرف نام تھا یہ اس گاؤں کے گرداگرد بہت سے قبرستان ہیں جدھر سے آؤ ادھر ایک قبرستان ہے بہت بڑا گاؤں ہے پندرہ بیس میل تک پھیلا ہوا ہے اس کا علاقہ تو مقامی گاؤں آپ کو چھوٹا نظر آتا ہے لیکن ایسے پچیس تیس گاؤں ہیں اسی گاؤں کے جو باہر زمینوں میں بس گئے ہیں تو اشرف نام ہے اس کا کہنے لگا اس میں

تو کئی اشرف ہیں بھئی کوئی باپ دادا کا نام بتاؤ وہاں تو کئی اشرف ہیں اور انہوں نے کہا اشرف کئی ہوں گے اس کے باپ کا نام بتایا تو کہنے لگا وہ تو قتل ہوا ہے تم کہتے ہو بیمار ہوا اور مرگیا اور یہی بات وہ پوچھنا چاہتے تھے تو قتل ہوا ہے تو پھر قتل کس نے کیا ہے اس نے کہا کہ اچھا تو تم گھیر گھار کر یہ پوچھنا چاہتے ہو کہ میں بتاؤں کہ قتل کس نے کیا ہے مجھے کیا ضرورت ہے اور اس کے لیے کوئی آنکھیں بند کرنے کی اسے ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ مراقبات اس کے چھٹے عرش میں تھے ہم لطائف کرتے تھے ان دنوں ہم سیکھتے تھے اور اس کے مراقبات چھٹے عرش میں تھے۔ اس نے حضرت رحمتہ اللہ علیہ کو لکھا کہ مجھے ہر پتھر سے آواز آتی ہے یا غوث تو مجھے اللہ نے غوث بنا دیا ہے آپ نے اسے جواب میں لکھا کہ میں تمہارا شیخ ہوں اور میں تو چپڑاسی بھی نہیں مجھے تو کسی نے کچھ نہیں بنایا اور تم جو شاگرد ہو تم غوث کیسے بن گئے یہ تو کوئی قاعدہ نہیں تو تم احتیاط کرو تمہیں یہ جو پتھروں سے آواز آتی ہے یقیناً" یہ شیطان ہو گا یہ جواب تھا جو حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا اس نے پھر جواب میں لکھا اس نے لکھا کہ میرا خیال ہے کہ آدمی میں سے انسانی اوصاف جو ہیں وہ تو نہیں جاتے آپ بھی حسد کا شکار ہو رہے ہیں اور آپ کو یہ بات پسند نہیں آرہی کہ میں آپ کا شاگرد ہوں اور مجھے غوث بنا دیا جائے اور آپ کو نہ بنایا جائے آپ نے اسے لکھا یہ بات نہیں ہے اگر مجھے حسد کرنا ہوتا تو میں تمہیں اتنے مراقبات ہی نہ کراتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ تمہیں جب میں وہاں بھی سبق دے رہا ہوں تو یقیناً" میرے منازل تم سے تو آگے ہیں حسد کی پھر کیا صورت جب ان منازل پر تمہارے اسباق میں چلا رہا ہوں تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ میں تم سے بہت آگے ہوں تو حسد کی کیا صورت اور تیسری بات یہ ہے کہ کون ایسا بدنصیب والد ہو گا جو بیٹے پر حسد کرے گا کسی استاد کے شاگرد کو عہدہ مل جائے کسی باپ کے بیٹے کو کوئی عہدہ مل جائے تو وہ باپ ہی کا ہوتا ہے استاد ہی کا ہوتا ہے اس پر حسد کی کیا بات ہے تو تمہیں یہ بات بھی شیطان سکھا رہا ہے اور تم احتیاط کرو اور ساتھ حضرت نے لکھ دیا کہ اگر تم باز نہ آئے تو میں تمہارا یہ راستہ بند کر دوں گا تمہارے منازل رک جائیں گے اگر تم اپنی بات پر مصر رہے تو پھر میں تمہارا راستہ روک دوں گا اس نے پھر جواب لکھا اس نے لکھا کہ آدمی جب عالم امر میں داخل ہوتا ہے یا عرش الٰہی کے منازل میں داخل ہوتا ہے تو اس پر قرب الٰہی کا جو دروازہ کھل جاتا ہے وہ کوئی بند نہیں کر سکتا یہ اب آپ کے بس سے باہر ہے بات۔ مجھے یاد ہے حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے جواب میں لکھا تھا کہ تم بند کرنے کی بات کر رہے ہو اور میں اسے ایسا تباہ کروں گا کہ یہاں دروازے کیا راستے کا نشان ہی نہیں رہے گا۔ تم تو بند کرنے کی بات کر رہے ہو نا تو اسے اس طرح اڑا دیا جائے گا کہ تم تلاش کرو گے اور اس چیز کا نشان بھی نہیں ہو گا وہ بات ختم ہو گئی لیکن اسکے وہ منازل نیچے آنے شروع ہو گئے پھر اس کے خط آتے رہے پہلے اس کا خط آیا کہ حضرت میں پہلے عرش سے اوپر نہیں دیکھ سکتا کوئی جواب نہ دیا حضرت نے' پھر اس کا خط آیا کہ حضرت میں سالک المجذوبی کے اوپر نہیں دیکھ سکتا۔ پھر بھی کوئی جواب نہ دیا۔ پھر اس کا خط آیا کہ لطائف سے آگے مجھے کچھ سمجھ نہیں آتی۔ تو حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ایسا کرو جواب میں لکھا کہ ایسا کرو یہ لطائف اب تمہارے پاس رہنے دیتے ہیں یہ بنیاد ہے اگر یہ بھی گئے تو ایمان چلا جائے گا لیکن اس سے آگے سیکھنے کے لیے تم کوئی اور استاد تلاش کر لو کہ بنیاد میں تم سے نہیں چھینتا یہ تم رکھو لیکن میں تمہاری تربیت نہیں کرنا چاہتا اور تم کوئی اور اپنا استاد تلاش کرو وہ شخص سارا پاکستان پھرا علاقہ غیر سے لے کر سندھ کے اندرونی علاقوں تک جہاں اسے کسی پیر کا صوفی کا پتہ ملا وہ وہاں تک گیا تھا وہ آزاد منش آدمی تھا اکیلا رہتا تھا گھر والوں کے پاس بھی جاتا نہیں تھا اور اس کا حال یہ تھا کہ ایک دفعہ ایک آدمی کو تکلیف ہوتی تھی جنات سے تو میں نے حضرت رحمتہ اللہ علیہ سے عرض کی تو انہوں نے توجہ دی

ٹھیک تو ہو گیا فرمایا یار اسے اس کے پاس چھوڑ آؤ تو مہینہ ڈیڑھ اس کے ساتھ اللہ اللہ کرے گا مضبوط ہو جائے گا میں نے اسے اس کے پاس بھیج دیا اس نے تیسرے دن واپس کر دیا اور اسے چھٹی دی کہ یہ آدمی دن میں پانچ چھ دفعہ وضو کرتا ہے میں اسے ساتھ نہیں رکھتا۔ اس کا اپنا طریقہ یہ تھا کہ سحری کے لیے اٹھتا تھا اور ایک بار باہر جاتا تھا رفع حاجت کے لیے اور وضو کرتا تھا اور پھر سونے تک وہ باوضو رہتا تھا وہ گھنٹہ ڈیڑھ جو رات کو سوتا تھا وہ اس وضو میں سوجاتا تھا اور سحری اٹھ کر پھر نیا وضو کر لیتا تھا اس کی عبادت کے اور کھانے کے سارے اس طرح کے معیار مقرر تھے کہ اس کا یہ روز مرہ کا معمول تھا۔ وہ کہنے لگا کہ یہ آدمی بار بار وضو کرتا ہے ایسا آدمی میں اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتا اسے کہو اگر ایک وضو میں رات دن بسر کر سکتا ہے تو ٹھیک ہے نہیں تو اسے اپنے پاس رکھو۔ میں نے کہا بھائی اب کہاں سے فرشتے لائیں یہ تو عام آدمی ہے بے چارا۔

لیکن پھر وہ پھرتا پھراتا کوئی دو سال بعد وہاں حضرت کے پاس آیا اس کے پاس کپڑوں کا ایک جوڑا بھی تھا ہدیتہ" حضرت کے لیے۔ معافی بھی مانگی منت بھی کی معذرت بھی مانگی حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے معاف بھی کر دیا پھر ساتھ رکھا پھر کوشش بھی کی اسے مراقبات بھی کرائے لیکن وہ جو ایک بنیاد گرنی شروع ہو ئی تھی نا پھر وہ سنبھل نہیں سکی حضرت رحمتہ اللہ علیہ کی زندگی میں ہی وہ اللہ کے وجود سے ہی منکر ہو گیا تھا پھر ہم نے اسے دیکھا وہ کہتا تھا کہاں ہے خدا لاؤ میں کہتا ہوں یہ لوٹا خدا ہے یہ پتھر خدا ہے تمہارے پاس کیا دلیل ہے۔ کہ یہ خدا نہیں ہے۔

تو یہ جو تصوف اور سلوک میں نئی نئی باتیں پیدا کرنا ہوتی ہیں یہ اس انجام تک لے جاتی ہیں ہم نے لوگوں کو دیکھا ہے اس لیے ہم میں تو یہ جرات نہیں ہے کہ جو کسی نے سکھایا ہے اس پر بڑھائیں یا گھٹائیں کسی میں ہے تو اس کی اپنی ذمہ داری ہے ہم تو دعا ہی کر سکتے ہیں کہ اللہ سب کو معاف رکھے اور ان کی حفاظت

فرمائے۔

سوال :۔ ایصال ثواب کے لیے کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ لینا چاہیے یا نہیں اگر بطفیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ کہیں تو ثواب پر کیا اثر پڑے گا؟

جوب :۔ کوئی اثر نہیں پڑے گا بھائی نبی علیہ الصلوۃ و السلام کا نام نامی درمیان میں آئے گا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی برکات الگ ہوں گی۔ نہیں آئے گا تو جو آپ کا ثواب ہے وہ تو پہنچ ہی جائے گا اس میں کمی تو نہیں ہو گی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اور وساطت آئے گی تو اس میں اضافہ ضرور ہو گا۔ ملٹی پلائی ضرور ہو گا نہیں آئے گا تو کمی نہیں ہو گی۔ لوگ جو یہ ثواب کا کاروبار کرتے ہیں نا یہ بڑے تیز ہوتے ہیں وہ سمجھتے ہیں۔ میں نے اکثر بزرگوں کو دیکھا ہے کہ وہ دن بھر کی نیکیوں کا ثواب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایصال کر دیتے ہیں انہیں پتہ ہے کہ یہ ضائع نہیں جائیں گی وہ ملٹی پلائی ہو کر واپس آئیں گی اپنی طرف سے تو بڑا تیر مارتے ہیں کہ ہم نے سب دے دیا لیکن اس کے پیچھے بات یہ ہوتی ہے کہ دیتے لینے کے لیے ہیں پتہ ہوتا ہے وہاں سے دس گناہ بارہ گنا پچاس ہزار گنا ملے گا پھر وہاں سے جو ملتا ہے وہ دوسروں پہ بانٹ دیتے ہیں تو دوسروں کو بھی وہ کروڑ گنا زیادہ ہو کر ملتا ہے اور پھر جو سب کو ملتا ہے اتنا سارا پھر اللہ اس اکیلے کو دے دیتا ہے کہ اسے خالی کیوں رکھوں تو یہ ایک بزنس ہے کاروبار ہے جس کا جتنا اللہ پر اعتماد ہے جتنا جس کو بھروسہ ہے جتنا اسے اپنے عمل پہ اعتماد ہے یہ ساری باتیں مل کر کرتی ہیں ہم تو زندہ آدمی مر رہا ہو اس کو دو آنے کی دوائی کی ضرورت ہو وہ نہیں دیتے مر گیا تو کہتے ہیں دس لاکھ کلمہ میں بخشتا ہوں بھئی دس لاکھ تو کیوں مفت میں لٹاتا ہے اس لیے کہ ہمیں پتہ ہوتا ہے کہ ہمارے اس بخشنے میں اس کی کوئی قیمت ہے نہیں۔ ایک رواج بن گیا ہے ایصال ثواب کرنے کا یا لوگوں کو جمع کر کے کھانا کھلانے کا پکانے کا اصل تو ہم زیادہ تو رواج ہوتا ہے شہرت حاصل کرنے کے لئے۔ باپ بھوکا پیاسا مر جائے اسے کوئی کھانا نہیں دیتا۔ مر جائے تو سارے شہر کو حلوہ کھلاتے ہیں۔ یہ تو رسومات ہیں حق یہ ہے کہ فرض ذمہ داری ہے وہ آپ کسی کو نہیں بخش سکتے آپ کی نوکری آپ کو کرنی ہے نفلی کوئی بھی عبادت ہے اس میں ذکر ہے اس میں درود ہے اس میں تسبیحات ہیں اس میں تلاوت ہے اس میں نوافل نماز ہے اس میں نفلی صدقہ ہے تو وہ اگر آپ چاہیں تو جسے چاہیں اس کے حق میں دعا کریں اس کے حق میں ارادہ کر لیں تو بھی اللہ کریم پہنچا دے گا وہ اس طرف چلا جاتا ہے۔

سوال :۔ خاتمہ بالخیر کی وضاحت چاہیے کیا مرتے وقت شیطان انسان کے منہ سے کفریہ کلمات نکلواتا ہے اگر کسی کا خاتمہ ایمان پہ نہ ہو تو کیا ہمیشہ جہنم میں رہے گا؟

اگر ایک ساتھی صبح شام ذکر کرتا ہو اور اسے اپنے شیخ کے ساتھ عقیدت بھی ہو اور وہ اچانک فوت ہو جائے تو کیا اس کا خاتمہ ایمان پہ ہو گا؟ اور مزید یہ کہ وہ کون سے گناہ ہیں جو خاتمہ ایمان پہ نہیں ہونے دیتے اور کون سے اعمال ہیں جن سے خاتمہ ایمان پہ ہونے کی پختہ امید ہے؟

جواب :۔ ایک سوال میں کوئی دس بارہ سوال پرو دیے ہیں خاتمہ بالخیر سے مراد یہ ہوتی ہے کہ اللہ اور اللہ کے نبی علیہ السلام اور اللہ کے دین پر جو بنیادی عقیدہ ہے اس میں نقصان نہ ہو اعمال جو ہوتے ہیں وہ عقیدے کی پختگی کا سبب بھی بنتے ہیں اور جب اعمال بگڑتے ہیں تو ان سے عقیدے میں کمزوری بھی آتی ہے اور اگر عدم اطاعت اگر کوئی فرائض کا ہی تارک ہو جائے تو اس کے لیے خطرہ پیدا ہو جاتا ہے کہ کہیں ایمان ضائع ہی نہ ہو جائے جو لوگ فرائض تک کی پرواہ کرنا چھوڑ دیتے ہیں وہ اس خطرے کی زد میں آ جاتے ہیں اور وہ بہت خطرہ ہوتا ہے اللہ مہربانی کرے ورنہ بہت خطرہ ہوتا ہے اس لیے کہ حفاظت ایسیہ جو شیطان سے نصیب ہوتی ہے وہ ہوتی ہے اللہ کریم کے ساتھ تعلق کی بدولت اور ایمان کے دعوے کے بعد تعلق ہوتا ہے کم از کم فرائض میں تو اطاعت کرے

حلال حرام کی تمیز تو کرے کفر اور اسلام کی بات کو تو الگ الگ سمجھے اب اگر حلال کو ہی حرام سمجھنے لگ گیا فرائض ہی چھوڑ دیئے تو پھر وہ خطرے کی زد میں آ جاتا ہے لیکن اگر آدمی کو ذکر نصیب ہو فرائض میں کوشش کرتا رہے تو غلطیاں کوتائیاں الگ بات ہیں لیکن اللہ کا یہ احسان ہوتا ہے کہ اسے بہت جو سب سے زیادہ قوی امید ہوتی ہے خاتمہ بالخیر کی ذکر قلبی نصیب ہو جائے اور آدمی کی عقیدت اور آدمی کا عقیدہ بنیاد عقیدہ ہے عقیدے میں فرق نہ آئے تو اللہ کریم مہربانی فرماتے ہیں رہا شیطان تو شیطان جب سے اپنے کام پہ لگا ہے یہ بدمعاش چھٹی نہیں کرتا یہ رات دن لگا رہتا ہے کسی آدمی سے نا امید نہیں ہوتا اس پر ڈیوٹیاں بدلتا رہتا ہے ایک کی جگہ دوسرے کو بھیج دیا سمجھا یہ ناکام اس کی جگہ اور بڑا بھیج دیا اور بھیج دیا کسی سے بھی یہ فارغ نہیں بیٹھتا اور پھر اس کی بنیادی یہ کوشش ہوتی ہے کہ اگر کوئی کسی شیخ سے متعلق ہے اس ذکر کے سلاسل سے تو اس کو شیخ سے بد دل کیا جائے تو اس کی جو برکات آ رہی ہیں کم از کم ان سے خالی ہو پھر اسے اکیلا کر کے ماریں جس طرح گیدڑ ریوڑ میں سے بھیڑوں کو الگ کرتا ہے نا اس طرح یہ بھی کوشش کرتا ہے کہ الگ ہو جائے یا پھر اگر اس پر بھی مار نہیں کھاتا تو پھر اعمال کی طرف یہ کوشش کرتا ہے کہ اعمال میں سستی کوتاہی کی ہو فرائض چھوڑ دے جس سے پھر عقیدے میں کمزوری واقع ہونا شروع ہوتی ہے پھر عقیدے میں اعتراضات سکھاتا ہے اس طرح سے یہ اور اگر یہ ہر طرح سے نا امید ہو جائے تو پھر اپنے دوستوں کو لے کر اسے گالیاں تو دلواتا ہی رہتا ہے ہر بدمعاش ہر برا آدمی جو اس کے قریب جو اس کا رشتہ دار جو اس کا کاروباری ساتھی ہو گا اسے وہ بہ بھیڑیئے کی طرح اسے چمٹا دیتا ہے اور وہ خواہ مخواہ اسے گالیاں دیتے پھرتے ہوتے ہیں خواہ مخواہ کچھ نہ کچھ کرتا رہتا ہے فارغ نہیں بیٹھتا۔

ہمیں ایک دفعہ ایک مصیبت پیش آ گئی کہ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کو یہ رات کو سونے نہیں دیتا تھا چلو اور کام قابو نہیں آتے تو انہیں پریشان تو کیے رکھو تو جیسے آنکھ لگتی تو جس طرح کتا ہڈیاں چباتا ہے زمین پر تو چارپائی کے نیچے پتہ ایسے چلتا کہ کوئی کتا ہڈیاں توڑ رہا ہے تو آنکھ کھل جاتی ایسے پتہ چلتا کوئی گھوڑے دوڑا رہا ہے آنکھ کھلی تو کچھ بھی نہیں کبھی نیچے بیٹھے ایسا ہوتا تھا کہ چھت اوپر گر گئی کڑاک ہوئی چھت کڑک گئی ہے ٹوٹ گئی ہے اوپر لیکن کچھ بھی نہیں ہوتا تھا اور وہ شور شرابا ہوتا تھا لیکن حضرت رحمتہ اللہ علیہ کو جگا دیتا تھا سونے نہیں دیتا تھا تو بڑے پریشان ہوئے فرمانے لگے یار غوث بہاؤ الحق رحمتہ اللہ علیہ سے اس کی شکایت کریں بے ایمان کی تو وہ قریب ہیں تو ان سے کچھ کہیں کہ کچھ تھوڑا سا دیکھ بھال کریں اور اس کو کچھ ہمیں ہماری کچھ اس میں مدد کریں چلو جی غوث صاحب سے بات کریں وہ فرمانے لگے کہ میری عادت یہ تھی کہ میں اپنے لئے جو کھانا بناتا تھا اس کا غلہ میں خود صاف کرتا تھا پھر اسے میں خود پیتا تھا وہ آٹا میں الگ رکھتا تھا۔ اس سے میں خود ایک آدھ روٹی روز بناتا تھا۔ جو میں د وقت کھاتا تھا۔ میں وہ سارا کام چوری کرتا تھا میں اکثر آدمی رات کو جب فارغ ہو کر ساتھی سو جاتے تو میں اپنا غلہ پینے بیٹھ جاتا اور تہجد تک میں غلہ پیتا اور ایک وہ منکا ساس بھر کے رکھ کے خود ذکر اذکار پہ چلا جاتا جب کھانا بنانے کی باری آتی تو غلے میں سے آٹا یہ بے ایمان لے جاتا اور اس میں مٹی بھر جاتا مجھے تو ساری زندگی اس نے اس طرح پریشان کیا ہے کہ میرا تو اس نے کھانا پینا بھی جو ہے وہ بھی بے مزہ کر دیا پہلے ہی میں کیا کھاتا تھا وہ بھی یہ بے ایمان مجھے کھانے نہیں دیتا تو آپ کے ساتھ کب رعایت کرے گا۔ کہ آپ سفارشیں ڈھونڈتے پھرتے ہیں۔

ایک دفعہ پھر تنگ آ کر حضرت رحمتہ سے لنگر مخدوم میں حضرت رحمتہ اللہ نے شکایت کی کہ یہ مجھے بڑا تنگ کرتا ہے اور اب تو یہ میرے بچوں کو ڈراتا ہے وہ بیمار پڑ جاتے ہیں انہیں پریشان کرتا ہے تو حضرت رحمتہ اللہ علیہ چونکہ [illegible] بہت زیادہ مصروف رہتے تھے تو حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے بڑا مسکرا

کے فرمایا کہ آپ نے بھی اس کی اولاد کو بہت تنگ کر رکھا ہے اگر وہ آپ کے بچوں کو ڈراتا ہے تو اس کے بچوں کو آپ نے بھی بڑا پریشان کر رکھا ہے اس طرح تو ہو گا۔

تو یہ جو ہیں شیطان یہ تو آخری لمحے تک کوشش کرتا رہتا ہے لیکن جن لوگوں کے عقائد درست ہوتے ہیں اللہ کی یاد نصیب ہوتی ہے اللہ کی عبادت کرتے رہتے ہیں انہیں اللہ کی طرف سے حفاظت الٰہیہ نصیب ہوتی ہے شیطان سے ڈرنے کی کوئی بات نہیں اگر اللہ سے تعلق چھوٹ جائے تو پھر آدمی بچ نہیں سکتا۔

میں نے مغرب کے بارے کئی دفعہ پڑھا کہ مغرب میں آج کل بھی بہت بڑا ایک مشہور طریقہ ہے کچھ لوگ کچھ خاص ذہنی مشقیں کر کے اور کچھ کلمات خاص قسم کے شیطانی پڑھتے رہتے ہیں تو انہیں میڈیم کہتے ہیں وہ ایک درمیانی واسطہ بن جاتے ہیں زندہ انسانوں اور روحوں کے درمیان تو مغرب میں آج کل یہ بڑا عام ہے اور اس سے وہ بڑا کماتے ہیں اور وہ اپنے آپ کو سپرچول لیڈر Spirtual Leader ہی کہتے ہیں اور بڑے بڑے بورڈ لگے ہوتے ہیں اور باقاعدہ ان کی دکانیں دفتر بنے ہیں اور آدمی آتے ہیں اندر آگے کمرہ پھر آگے کمرہ پھر اس میں ایک خاص قسم کا روشنی کا بھی اور ماحول کا تو وہاں وہ میز پہ بیٹھ جاتے ہیں پھر وہ کچھ کرتے ہیں جب تو ایک ایک آدمی کو بلاتے ہیں اب ایک عورت ہے وہ اپنے خاوند سے بات کرنا چاہتی ہے تو وہ مرا ہوا ہے کب کا وہ اسے بلائیں گے اس کے مختلف طریقے ہیں کچھ لوگوں کے پاس وہ الفا بیٹ لکھے ہوئے ہوتے ہیں وہ جو سوال کرتے ہیں ان الفا بیٹ سے وہ اس طرح سے وہ الفا بیٹ پڑے ہوتے ہیں چھوٹے چھوٹے پرزوں پہ لکھے ہوئے تو انہیں آگے پیچھے کر کے جوڑ کر جملہ بن جاتا ہے ان کا جواب بن جاتا ہے اکثر جو سب سے عجیب ہے وہ یہ ہوتا ہے کہ اس آدمی وہ جو میڈیم اپنے آپ کو ظاہر کرتا ہے واسطہ بنا ہوتا ہے اس میں سے اس آدمی کا لب و لہجہ اور اس کی آواز آنا شروع ہو جاتی ہے جس کی روح کو وہ حاضر کرنا چاہتا ہے اور وہ اس کے گھر والے جو متعلقہ بات پوچھنا چاہتے ہیں اس کا جواب دیتا ہے وہ ساری بات سے واقف ہوتا ہے وہ بات سمجھاتا ہے تو اس سارے سسٹم میں روحیں۔ حتیٰ کہ ایک دفعہ ہٹلر کی روح کو بلانے کی کوشش کی گئی ایک دفعہ پنولین کی روح کو بلانے کی کوشش کی گئی تو ہٹلر کی روح نے انہیں چیخ چیخ کر گالیاں دیں کہ کنجرو تم مجھے اب بھی آرام نہیں کرنے دیتے اخباروں میں اور ٹی وی میں بھی شور اٹھا۔ سوال یہ پیدا ہوا کہ کیا یہ لوگ واقعی روحوں کو بلا لیتے ہیں اگر بلا لیتے ہیں تو روحیں دو حال سے تو خالی نہیں ہیں یا مرنے والا جنتی ہے یا القبر روضۃ من ریاض الجنۃ و احضرۃ من النیران یا تو وہ جنتی ہے یا جہنمی۔ اگر وہ جنتی ہے اور اسے وہ میڈیم پیچھے سے پکڑ کر دنیا میں کھینچ لاتا ہے تو جنت کا کیا خاک مزا رہا یہ تو پھر کوئی بھی کسی کی گردن دبوچ کر جنت سے نکال لے گا اس کے تو احترام کے منافی ہے اس کے آرام کے منافی ہے اور اگر جہنمی ہے تو کوئی بھی میڈیم اسے پکڑ کر جہنم سے بچا لے گا۔ تو پھر جہنم کی سزا کا خوف کیا؟ کسی بدمعاش سے یاری ہو گئی تو وہ اسے جہنم سے نکال لے گا بلا لے گا مجھے اس سے بات کرنی ہے یہ تو دونوں باتیں محال ہیں کہ نہ کوئی جہنمی کو جہنم سے بلا سکتا ہے نہ جنتی کو جنت سے تو یہ کیا کرتے ہیں اس پر باقاعدہ ریسرچ کی ہم نے تحقیقات کیں حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے زمانے میں تو پتہ یہ چلا کہ قرین شیطان جس کا ذکر قرآن حکیم میں ملتا ہے وہ ایک ایسی آزمائش ہے کہ جہاں کوئی آدمی پیدا ہوتا ہے اس کے ساتھ ایک شیطان بھی پیدا ہوتا ہے وہ شیطان ساری زندگی اسی آدمی کے ساتھ رہتا ہے جو مزید آتے ہیں یا جن کی ڈیوٹیاں لگتی ہیں وہ اور ہوتے ہیں لیکن جو اس کے ساتھ پیدا ہونے والا ہے وہ ہمیشہ اس کے ساتھ رہتا ہے حتیٰ کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی تو عرض کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی فرمایا ہاں میرے ساتھ بھی لیکن مجھے یہ سعادت نصیب ہے کہ میرے ساتھ جو شیطان پیدا بھی ہوا

وہ مسلمان ہو گیا یہ حدیث شریف میں موجود ہے۔

اب شیطانوں کی عمر جو ہوتی ہے یہ ہزاروں سال ہوتی ہے ان میں جو ابلیس کی طوالت عمر ہے اس کا اثر اس کی ساری نسل میں چلتا ہے تو انسان پچاس سال جیتا ہے ساٹھ سال جیتا ہے ستر سال جیتا ہے وہ تو مرجاتا ہے وہ جو اس کا قرین شیطان ہے جہاں اس کی ایک عجب الضم ایک ہڈی ہوتی ہے یہاں کمر میں چھوٹی سی ایک مکھی کی آنکھ کے برابر وہ وجود کا بیج ہے تخم ہے جو کبھی ضائع نہیں ہوتا نہ وہ آگ میں جلتی ہے نہ کسی جانور کے معدے میں ہضم ہوتی ہے اور اگر سارا وجود جلا کر منتشر کر دیا جائے تو وہ ہڈی اس کا مرکز رہتی ہے جہاں وہ ہو گی وہاں سارے وجود کے ذرات کا رابطہ ہو گا اور اس کی روح کا بھی تو اگر کوئی دفن ہو گیا یا کوئی جلا کر ایک جگہ راکھ پھینک دی کسی کی منتشر بھی ہو گئی تو وہ شیطان جہاں اس وجود کا ٹھکانہ ہوتا ہے اپنی بقیہ عمر وہاں بیٹھ کر بسر کر لیتا ہے وہ اس آدمی کے لباس سے بھی واقف ہوتا ہے اس کے حالات سے بھی واقف ہوتا ہے اس کے کاروبار سے بھی واقف ہوتا ہے اس کے لب و لہجے سے بھی واقف ہوتا ہے اور یہ جو میڈیمز انہیں ابلیس کفریہ کلمات تلقین کرتا ہے کفریہ حرکات کرواتا ہے کردار کے لحاظ سے یہ سب سے بدترین لوگ ہوتے ہیں گندے بے وضو حرام کھانے والے برائی کرنے والے تو جتنے وہ اس میں ملوث ہوتے ہیں اتنی وہ ان کی شیطنت کے اعمال جو ہیں وہ زیادہ موثر ہوتے ہیں تو وہ شیطان جو بیٹھا ہوتا ہے وہ آکر وہ حالات بتا دیتا ہے روح نہیں ہوتی۔ یہی بات آپ کو اکثر عاملوں میں نظر آئے گی۔

میں یہاں ایک دفعہ بیٹھا تھا فصل کاٹی ہوئی تھی ہم نے وہ ابھی صاف کرنی تھی کہ بارش ہو گئی ٹریکٹر ویکٹر کھڑے ہوئے تھے فصل جھک گئی تھی ہم بے کار بیٹھے تھے تو ایک جگہ سے سانپ نکل یا وہ ڈیڑھ دو فٹ کا سانپ تھا لیکن بہت خطرناک قسم کا یہاں کئی نسلیں سانپ کی بہت خطرناک ہوتی ہیں ہم نے اسے گھیر گھار کر ایک بوتل میں پھنسا لیا جدھر جاتا ہم جانے نہیں دیتے تھے گھیرا گھارا شور شار کیا وہ ایک بوتل میں گھس گیا لیکن وہ بوتل ہم نے لٹکا دی ایک درخت کے ساتھ کوئی سو گز سے بھی آدمی گزرتا تو پتلا سا تھا لیکن وہ اس بوتل کے سرے تک وہ ضرور کھڑا ہو جاتا اتنا بھڑکتا۔ یہاں خانہ بدوش تھے انہیں کسی نے بتایا تو وہ میرے پاس آگئے میرے ساتھ ان کی دوستی چلتی رہتی ہے کہنے لگے سنا ہے آپ نے سانپ پکڑا ہے میں نے کہا میں نے پکڑا شکڑا تو نہیں بوتل میں بند کر دیا ہے ہمیں دے دیں ہمارا پیشہ ہے میں نے کہا تم لے جاؤ وہ بوتل اتار کے لے آیا میں نے کہا بھئی یہ بوتل سے ڈھکنا اتارو سانپ لے جاؤ بوتل نہیں بوتل تو یہاں کسی کی ہے میں یہاں بیٹھا تھا کھلیان پر تو یہاں سے منگوا لی بوتل تو انہیں واپس کرنی ہے وہ بڑا سٹپٹایا کہنے لگا یہ تو بڑا ظالم سانپ ہے میں اسے وہاں جا کر اپنی اس میں ڈولی میں ڈال لوں گا اور بوتل ابھی دے جاتا ہوں سامنے ان کی وہ جھگیاں سی لگی ہوئی تھی میں نے کہا میں نے بوتل اپنے لئے منگوائی ہے تمہارے لئے نہیں اگر تم سانپ بوتل سے نکال نہیں سکتے تو جہاں سے اتاری ہے وہاں لٹکا دو اور لے جانا چاہتے ہو تو بوتل خالی کر کے یہاں رکھ دو اور سانپ لے جاؤ بڑی منتیں کی اس نے میں نے کہا نہیں بھائی چھوڑ دو میرا وقت ضائع نہیں کرو لے جا سکتے ہو تو سانپ لے جاؤ تم نے سانپ ہی مانگا ہے یہ بوتل کسی کی ہے انہیں واپس کرنی ہے نہیں لے جا سکتے تو لٹکا دو وہ بے چارا تنگ آ کر کچھ نیچے۔ میں چارپائی پر بیٹھا ہوا تھا ساتھ بیٹھا تھا نہایت گندے کپڑے بدبو سے دماغ پھٹا جا رہا تھا وہ کچھ منہ میں بڑبڑانے لگ گیا کچھ چند کلمات کوئی اس نے کوئی ایک ڈیڑھ منٹ تک وہ بڑبڑاتا رہا بوتل سے ڈھکن اتار کر اس نے اس میں پھونکا دو تین بار اور اس نے بوتل اس طرح الٹ دی اب وہ جو اکڑتا تھا سانپ وہ کوئی فٹ ڈیڑھ فٹ کا تھا اور پتلا سا اور بالکل سفید تھا تو وہ بجائے اکڑنے کے بھاگا اس نے پیچھے سے پکڑ لیا اس نے کہا نہیں نہیں بھاگو نہیں بھائی اس نے پکڑ کر اس

ـ اپنی وہ دھوتی اس نے پھیلائی تو اس میں جگہ جگہ سوراخ تھے
ـس نے اس کی چھ سات تہیں اس طرح بنا کر اوپر سانپ رکھ کر
ـ سے باندھ لی اس نے کہا اچھا جی میں جاتا ہوں اجازت دیجئے۔
میں بڑا پریشان ہوا میں نے کہا یار اس بدمعاش نے کیا پڑھا ہے۔
میں نے حضرت رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں کسی معمول میں
عرض لیا تو فرمایا کہ سانپ پر شیطان کے اثرات بہت زیادہ ہوتے
ہیں اور شیطان ان کو اپنے شیطانی کلمات تعلیم کرتا ہے جو خالص
کفریہ ہوتے ہیں جب وہ کلمات یہ دہراتے ہیں تو ان امور میں
جس حد تک اس سے ممکن ہے وہ ان کی مدد بھی کرتا ہے تاکہ ان
کے شعبدے اور عجائبات قائم رہیں اور لوگ ان کے ساتھ
عقیدت رکھیں اور پھر اس عقیدت میں ان کا عقیدہ تباہ ہو تو یہ
شیطان کے اپنے نمائندے ہوتے ہیں جو لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔

تو تب مجھے سمجھ آئی کہ جتنے اس قسم کے عجائبات کا اظہار
کرنے والے لوگ ہوتے ہیں ان کے پاس جانے والے سارے
لوگ بے چارے گمراہ ہو جاتے ہیں اور ان کے عقائد برباد ہو
جاتے ہیں۔ یہ ایک عام ہماری روز مرہ کی بات ہے آپ دیکھ لیں
کہ اسطرح کے شعبدہ بازوں کے پاس جتنے لوگ جاتے ہیں ان کا
ایمان سلامت نہیں بچتا تو یہ چھوٹے چھوٹے شعبدے باز جو ہوتے
ہیں شیطان ان کی مدد کرتا ہے پھر انہیں جو کلمات سکھاتا ہے وہ
شیطانی ہوتے ہیں اور ان سے وہ خود بھی گمراہ ہوتا ہے اور آنے
والوں کو پھر گمراہ اور غلط عقائد تعلیم کرتا ہے تو شیطان ان کی مدد
کر کے مدد ان کی نہیں کرتا انہیں اپنا پیٹ PET بنا لیتا ہے کہ
جیسے ہم شکاری کتے رکھتے ہیں نا اس طرح وہ بھی اپنے وہ شکاری
کتے رکھ لیتا ہے انسانوں کو شکار کرنے کے لیے۔

سوال :۔ اگر جنات سے واسطہ پڑے تو ان کو کیسے دور کیا
جائے؟

جواب:۔ میرا واسطہ تو جنوں سے بھی پڑا اور ایسے لوگوں سے بھی
پڑا تو میں تو سوائے گالیوں کے کچھ نہیں کرتا میرا تو ایک مزاج ہے
مجھے اس وقت ہوش ہی نہیں رہتا میں نے کبھی کسی جن کو دم
نہیں کیا آج تک گالیاں ضرور بکتا ہوں اور کبھی کسی ایسے آدمی کو
کوئی دلیل نہیں دی سوائے بکواسوں کے یہ اللہ کی شان ہے وہ
کامیاب ہو جاتی ہیں خدا معاف کرے گا لیکن اس میں میرا مزاج
ایسا ہے کہ ان کے ساتھ کوئی میری ڈیلنگ صحیح نہیں رہتی کیونکہ یہ
تو اپنے اپنے مزاج کی بات ہے۔ تو ان سے بچنا بہتر ہے دوسرے
جتنے ذکر والے ہیں ان سے یہ لوگ خود آوائڈ Aviod کرتے ہیں
کیونکہ ان کے جو عملیات کے تاثر میں جو شیطانی رابطہ ہوتا ہے وہ
کسی بھی ذاکر کے سامنے یہ قائم نہیں کر پاتے وہ ٹوٹ جاتا ہے بلکہ
اس میں انہیں نقصان ہوتا ہے یہ خود دور رہنا پسند کرتے ہیں۔
اگر کسی صاحب حال کی قبر بھی ہو تو ایک خاص حلقے کے اندر یہ
لوگ نہیں آتے چونکہ وہ جو انوارات جو اس قبر پر بھی آ رہے
ہوتے ہیں ان کے اس رابطے کو جو شیطان کے ساتھ بڑی محنت
سے انہوں نے جوڑا ہوتا ہے اسے وہ توڑنے کی کوشش کرتے ہیں
لیکن بہرحال اس ذکر سے بھی بچا جائے تو بہتر ہے کہ اس لیے کہ
اب یہ یہاں بھی اسے تکلیف ہو رہی ہے شرارت کی کوشش کر
رہا ہے۔ بات کرتے رہے The Devel Is There تو اس کا ذکر
ہی نہ کیا جائے تو بہتر ہے۔

اچانک فوت ہونا کسی برائی کی دلیل ہے نہ کسی
بھلائی کی دلیل ہے بعض لوگ بڑی تکلیف سے فوت ہوتے نظر
آتے ہیں لیکن حقیقتاً" انہیں تکلیف نہیں ہوتی بعض لوگ بڑے
آرام سے مر جاتے ہیں لیکن حقیقتاً" وہ بڑی تکلیف میں مبتلا ہوتے
ہیں اس لیے کسی ظاہری بیماری یا ظاہری حال یا فوراً" مرنے یا دیر
سے مرنے سے اندازہ نہیں کیا جا سکتا یہ ہر ایک کا معاملہ اللہ کے
ساتھ ہے اور ہمیں ہر مسلمان کے ساتھ حسن ظن کے ساتھ اس
کے لیے اچھے خاتمے اور اللہ سے مغفرت کی دعا بھی کرنا چاہیے
اور ہر مسلمان کے ساتھ حسن ظن رکھنا چاہیے کہ مسلمانوں کا
حسن ظن بھی اس کی نجات کا سبب بن جاتا ہے۔

بقیہ: لولا اسلام

تو ایثار بھی نہیں ہے اس میں تو قربانی کی کوئی بات بھی نہیں ہے تو میٹھا میٹھا ہڑپ اور کوڑا کوڑا تھوہ تیرا یہ اسلام یہ تو کافرانہ اسلام ہے یہ تیری طرف سے مجھے منظور نہیں۔

آج اگر ہم اپنی حالت پر غور کریں تو باوجود اس کے کہ اللہ نے ہم پر احسان فرمایا ہمیں اللہ نے اپنی کتاب دی اپنا رسول صلی اللہ علیہ وسلم دیا مسلمان والدین دیئے مسلمان ماحول دیا اور ایک بہت بڑا ملک اسلام کے نام پر عطا کر دیا لیکن ہمارا اسلام وہ معیار پورا نہیں کر رہا جو ہمیں استخفاف سے ذلت و رسوائی سے نکالے شرمندہ شرمندہ سی مسلمانی کمزور کمزور سا ایمان اور لرزتی کانپتی ٹانگوں کے ساتھ کھڑا ہوا مسلمان یہ اللہ کو منظور نہیں فرمایا تیری یہ حالت کافر کر دیں گے تیرے دل میں شبے ڈال ڈال کر تجھ پر شکوک و شبہات کی بارش کر کے تجھے مختلف فلاسفی میں پھنسا کر تجھے مختلف لذیذ کھانوں میں الجھا کر تجھے مختلف قسم کی ایڈ اور امداد کا یقین دلا کر لوٹیں گے بھی اور تجھے رسوا بھی کریں گے فرمایا ہم کر رہو مسلمانوں کبھی کافروں کے ہاتھوں رسوا نہ ہو جانا۔

آج کا میرا خطاب تو اپنے بچوں کے ساتھ تھا لیکن شاید یہ بڑوں کے لیے بھی اتنا ہی ضروری اور اتنا ہی مفید ہے جتنا بچوں کے لیے ہے اساتذہ کے لیے بھی اور احباب کے لیے بھی تو اپنی زندگی کو اللہ کی امانت جانئے اور اسے اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مطابق خرچ کیجئے اور مسلمان بن کر رہئے۔

ولا تموتن و انتم مسلمون۔ موت بھی آئے تو تمہیں مسلمان پائے اسلام سے ہٹنے کی کوشش نہ کیجئے اپنا ہر کام پورے خلوص پوری دیانت داری سے کیجئے تاکہ وہ عبادت شمار ہو سونا جاگنا کھیلنا کھانا پینا اسباق ہوم ورک انگریزی فارسی اردو سائنس پڑھنا بھی عبادت بن جائے گا جب آپ ایک مسلمان طالب علم بن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اور اللہ کا حکم سمجھ کر اسے سیکھیں۔ تو اللہ کے حکم کی اطاعت ہی عبادت ہوتی ہے۔

اللہ کریم ہم سب کی خطاؤں سے درگذر فرمائے اور ہمیں اپنا بندہ بننے کی توفیق عطا فرمائے۔

OO

ضرورت قاری

ایک قاری و حافظ کی ضرورت ہے جو بچوں کو قرآن حفظ کروا سکے۔ امیدوار کے لیے سلسلے کا ساتھی ہونا ضروری ہے۔ ماہوار تنخواہ پندرہ سو روپے مع فری خوراک و رہائش تحریری درخواست یا خود ملنے کے لیے رابطہ کریں۔

سید فیض الحسن گیلانی۔

مینجنگ ڈائریکٹر اللہ فارسٹری پراجیکٹ

موضع دولم کاہلواں۔ تحصیل پسرور۔ ضلع سیالکوٹ